

ایصالِ ثوابِ مستحب

وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا
وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ

میت کی روح کو

ایصالِ ثوابِ مستحب

تصنیف لطیف

علاء عبد الزاق ^{حسینی مدظلہ} بھترالوی

شعبہ اشاعت ناشر

جامعہ جاغتیہ، العلوم
حسیم ٹاؤن، سکریال، ضلع اسلام آباد

ایصالِ ثواب مستحب

﴿وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا﴾
﴿وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ﴾

میت کی روح کو ایصالِ ثواب مستحب امر ہے

تصنیف لطیف
علامہ عبدالرزاق چشتی بھتر الوی مدظلہ

ناشر
شعبہ نشر و اشاعت
جامعہ جماعتیہ مہر العلوم - رحیم ٹاؤن
شکریاں - ضلع اسلام آباد

﴿جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں﴾

ایصالِ ثواب مستحب ہے

مولانا حافظ عبد الرزاق چشتی بھترالوی

۱۰۰ صفحات 16 / 23x36

نام کتاب

تالیف

ضحامت

کمپوزنگ

ضیاء العلوم کمپوزنگ سنٹر سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی

محمد یعقوب چشتی، شاہد حاقان

کمپیوٹر گرافکس

دو نم

بار طباعت

مارچ ۱۹۹۹ء

تاریخ اشاعت

قاضی احسان الحق قریشی

پروف ریڈنگ

شعبہ نشر و اشاعت

ناشر

دارالعلوم جماعتیہ مہر العلوم

رحیم ٹاؤن - شکرپال - راولپنڈی

ملنے کے پتے

☆ مکتبہ ضیائیہ بوہڑ بازار راولپنڈی

☆ احمد بک کارپوریشن اردو بازار راولپنڈی

☆ جامع مسجد غوثیہ ایف سکس ون اسلام آباد

☆ مکتبہ قادریہ نزد ستا ہوٹل - گنج بخش روڈ راولپنڈی

☆ مکتبہ برکاتیہ - گنج بخش روڈ - لاہور

ایصالِ ثواب مستحب

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۱۲	اصل اشیاء میں لباحث ہے	۲
۱۲	مستحب کیا ہے؟	۳
۱۲	مستحب کا حکم کیا ہے؟	۴
۱۵	مباح کا حکم؟	۵
۱۵	حرام کا حکم؟	۶
۱۶	حلال کو حرام سمجھنا	۷
۱۷	نبی کریم ﷺ کی کھانے میں شرکت	۸
۱۸	حدیث پاک سے حاصل ہونے والے فوائد	۹
۲۲	پڑوسیوں اور رشتہ داروں کا کھلانا بہتر ہے	۱۰
۲۵	نفلی صدقہ، اغنیاء، ذمی اور صاحب خانہ بھی کھا سکتے ہیں	۱۱
۲۹	رشتہ داروں پر صدقہ افضل ہے	۱۲
۳۰	مذکور بالا بحث سے نتیجہ حاصل ہوا	۱۳
۳۲	بحث ایصالِ ثواب	۱۴
۳۹	مباح بہ نیت تقرب ثواب ہے	۱۵
۴۲	نتیجہ واضح ہوا	۱۶
۴۳	اہل سنت و جماعت کا مذہب	۱۷
۴۳	اعتراض	۱۸
۴۴	پہلا جواب	۱۹
۴۴	دوسرا جواب	۲۰
۴۵	تیسرا جواب	۲۱

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۴۵	چوتھا جواب	۲۲
۴۶	پانچواں جواب	۲۳
۴۷	مسلمان ہمیشہ ایصالِ ثواب کرتے رہے	۲۴
۴۸	ایصالِ ثواب کا طریقہ	۲۵
۴۹	دعاء میں شامل سب کو مکمل ثواب پہنچے گا	۲۶
۵۰	میت کو ایصالِ ثواب کے لئے صدقہ	۲۷
۵۱	میت کی جانب سے حج کرنا	۲۸
۵۲	ذکر و تسبیحات سے میت کو فائدہ پہنچتا ہے	۲۹
۵۳	سبز ٹھنیاں باعث تخفیف عذاب کیوں؟	۳۰
۵۴	قبر پر پانی چھڑکنارِ حمت الہی کا سبب ہے	۳۱
۵۵	نبی کریم ﷺ کا حضرت سعدؓ کی قبر پر تسبیحات و تکبیرات پڑھنا	۳۲
۵۸	میت کیلئے استغفار کا حکم	۳۳
۵۸	میت کیلئے ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگنا	۳۴
۶۰	ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنے میں حکمت	۳۵
۶۲	قرآن پاک پڑھ کر دعاء کرنے میں عظیم برکت	۳۶
۶۲	قرآن پاک کا دور کرتے وقت صدقہ کرنا	۳۷
۶۲	قرآن پاک پڑھ کر اجتماعی دعاء کرنا	۳۸
۶۲	کھانا سامنے رکھ کر قرآنی آیات تلاوت کرنا	۳۹
۶۵	اللہ کا ذکر کرنے سے کھانا متبرک ہو جاتا ہے	۴۰
۶۹	شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کا فتویٰ	۴۱

ایصالِ ثواب مستحب

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۶۹	حاجی امداد اللہؒ مہاجر مکی کا فتویٰ	۴۲
۷۱	جمعرات کا ختم شریف	۴۳
۷۷	سوئم (تیجہ)	۴۴
۸۰	مذکورہ بالا بحث سے واضح ہوا	۴۵
۸۱	فائدہ	۴۶
۸۲	شاہ ولی اللہ کا سوئم	۴۷
۸۲	چہلم (چالیسواں)	۴۸
۸۶	ایصالِ ثواب کی محافل میں نیک لوگوں کی شرکت	۴۹
۸۷	دینی طلبہ کا استحقاق	۵۰
۸۹	علم دین کے طلباء کرام کی شان	۵۱
۹۰	وجہ اختلاف	۵۲
۹۲	معاملہ قسمت کا !	۵۳
۹۵	خدارا! جھگڑانہ کیجئیے	۵۴

﴿ابتدائیہ﴾

عالم ہست و بود کے خالق نے ابتدائے آفرینش سے ہی کچھ ایسے قاعدے اور ضابطے مقرر فرمادیئے جن سے کوئی بڑا چھوٹا مستثنیٰ نہیں ہے ان ضوابط میں سے ایک ”کل نفس ذائقة الموت“ کی صورت میں ظاہر فرمایا گیا۔ اللہ جل مجدہ نے نظام کائنات میں موت و حیات کا سلسلہ قائم فرما کر دار دنیا کے امتحان گاہ ہونے پر مہر تصدیق ثبت فرمادی۔ اور نتیجہ وہی کے لئے قیامت کا دن مقرر فرمادیا۔

دنیا سے کوچ کر جانے والوں کا سلسلہ عمل منقطع ہو جاتا ہے مگر کچھ ایسے نیک نخت ہوتے ہیں جن کے نامہ اعمال میں نیکیوں کا اندراج بدستور جاری رہتا ہے۔ اور درجات و مراتب میں بلندی نصیب ہوتی رہتی ہے۔ ان خوش نصیبوں میں ایک وہ ہے کہ جس کے پسماندگان اس کے ایصالِ ثواب کا انتظام کرتے رہیں۔

خیر القرون سے ہی مسلمان اپنے فوت شدگان مؤمنوں کی مغفرت و بخشش کی دعاؤں اور ایصالِ ثواب کے مختلف طور طریقوں کے ساتھ دربار خداوندی سے حصولِ رحمت کے لئے کوشاں رہے ہیں۔ جن کی تعریف میں ارشاد خداوندی ہوا:

”والذین جاءوا من بعدهم يقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالإیمان، ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین آمنوا، ربنا انک رؤوف رحیم“

ترجمہ: اور وہ لوگ جو آئے ان کے بعد، کہتے ہیں: اے ہمارے رب معاف کر ہم کو اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے گذر گئے ہیں ایمان کے ساتھ، اور نہ بنا ہمارے

دلوں میں کچی ان لوگوں کے بارے میں جو ایمان لائے۔ اے ہمارے رب تو بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

آیت کریمہ میں مذکور دعائے مغفرت و طلب خیر (برائے فوت شدگان) کے عالمین کو اچھا شمار کیا گیا، جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مرحوم امت مسلمہ کی مغفرت و بخشش کا سامان ”ایصالِ ثواب“ ایک نیک و مستحسن امر ہے۔

ایصالِ ثواب کی صورتیں مختلف ہیں۔ ہر علاقے اور زمانے میں اپنے اپنے انداز سے مسلم اُمہ اپنے فوت شدگان کے ایصالِ ثواب کے لئے اعمال خیر کرتی آرہی ہے۔ مگر حق کے ساتھ باطل کی آویزش بھی روز اول سے نبرد آزار ہی ہے لہذا اس شعبہ میں بھی باطل نے اپنی آویزش کو نہ چھوڑا۔ اور ”یضل بہ کثیراً“ کے مصداق قرآنی آیات ”وَأَنْ لَّيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى“ وغیرہا سے من گھڑت استدلال کے ذریعے ایصالِ ثواب کے امر مستحسن کو بھی ناجائز و بدعت اور نہ جانے کن کن الفاظ قبیحہ سے تعبیر کیا۔

قرونِ اولیٰ میں یہ لوگ ”خوارج و معتزلہ“ کے نام سے جانے جاتے تھے۔ یہ لوگ بھی بظاہر استدلال قرآنی آیات و احادیث مبارکہ سے ہی کرتے نظر آتے ہیں مگر حقیقت میں نگاہ سے محرومی کے سبب ”حق“ کو پانے میں ناکام رہے۔

موجودہ دور میں بھی جمہور اہل اسلام کے خلاف کچھ فرقے ایسی ہی سوچ اور فکر کے داعی بن کر مسلمانوں کو ایصالِ ثواب جیسے مستحسن امر سے

برگشتہ کرنے کی مذموم کوشش میں سرگرداں نظر آتے ہیں۔ اور فوت شدہ مسلمانوں سے اپنے ازلی بیر و عداوت کا اظہار کرتے ہیں۔

کہیں یہ کہتے ملیں گے کہ نماز جنازہ جب پڑھ لیا تو اب پھر دوبارہ دعاء کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اور دعاء بعد از نماز جنازہ کے عدم ثبوت کا ترانہ الاپنے لگ جاتے ہیں۔ اور اگر کسی نے ایصالِ ثواب کیلئے کچھ اہتمام صدقہ و خیرات کر دیا تو بدعت و ناجائز کا فتویٰ لگا دیا۔ اور کچھ ایسے لوگ جو ایصالِ ثواب کے قائل ہونے کے باوجود (مختلف علاقائی زبانوں و مروجات) کے ناموں پر بحث کرتے نظر آنے لگے۔ کہ کہاں جمعرات کا ختم لکھا ہے۔ اور چہلم کا ثبوت کون سی آیت سے ہوتا ہے؟ وغیرہ ذلک۔

مر جانے والوں سے ان کی یہ عداوت و دشمنی ناقابلِ فہم ہے۔ لگتا ایسے کہ ابلیس ملعون نے جو رب ذوالجلال کی بارگاہ میں قسمیں اٹھا اٹھا کر آدم و اولادِ آدم کی گمراہی کا ٹھیکہ لیا تھا اس کے ہموار و مددگار ہونے کا ثبوت دینے کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ شیطان لعین کو اس بات سے خوشی ہوتی ہے کہ کوئی انسان نہ بخشا جائے۔ اور رب کی رحمت کے طفیل جب کسی گناہگار کی بخشش ہوتی ہے تو اس ملعون کو انتہائی تکلیف ہوتی ہے اور اپنے سر پر خاک ملتا ہوا اوویلا کرتا ہے۔

جمہور اہل اسلام کے اس مسلمہ عمل اور طریقے پر آئے دن کوئی نہ کوئی مر جانے والے مومنوں کا دشمن اعتراض کرتا رہتا ہے۔ کچھ ایسی ہی کیفیت ساؤتھ افریقہ میں مقیم قاری محمد بشارت صاحب کے ساتھ پیش آئی تو انہوں نے ایک سوال نامہ استفتاء کی صورت میں محقق اہلسنت

حضرت استاذ العلماء مولانا **عبد الرزاق چشتی** بہتر الوی مدظلہ العالی کو پیش کیا جس کے جواب میں حضرت استاذ العلماء نے نہ صرف یہ کہ ایصالِ ثواب کے مسئلے کے تمام پہلوؤں پر سیر حاصل بحث فرمائی بلکہ دیگر متعلقہ مسائل..... نقلی صدقات کی مختلف صورتیں، ان کے مصارف، علاقائی نسبت سے مختلف مروجہ صورتوں کا حکم وغیرہ..... کو بھی از خود تحقیقی اقوال سے مزین فرمادیا۔ اور نہ صرف یہ کہ قرآن و حدیث سے جواز و ثبوت پیش فرمایا بلکہ منکرین کے مسلمہ پیشواؤں کی تائیدات سے اپنی تحریر کو مرقع بنایا ہے۔ اس طرح جواب کو اپنی جامعیت اور ”مسلم عند الخصم“ ہونے کے باعث اور زیادہ مفید و موثر بنا دیا ہے۔

حضرت استاذ العلماء کی تحریر علمی حلقوں میں تو یقیناً مقبول ہے جس کا ثبوت آپ کی گرانقدر علوم متداولہ کی کتب پر آپ کی شروحات و حواشی ہیں۔ آپ کی عوامی طرز کی تحریر بھی یکساں طور پر شہرت و مقبولیت کے حامل ہے۔ گذشتہ سال منظر عام پر آنیوالی آپ کی شاہکار تصنیف ”تذکرۃ الانبیاء“ اور ”موت کا منظر“ اس کا واضح ثبوت ہیں۔

زیر نظر تحریر بھی ایک مرتبہ زیور طباعت سے آراستہ ہو چکی ہے اور مختصر عرصہ میں تمام مطبوعہ نسخہ جات مفقود ہو گئے۔ اور عامۃ المسلمین کی طلب پر اسے دوبارہ شائع کیا جا رہا ہے۔ اور کہشش یہی کی گئی ہے کہ پہلے ایڈیشن کی تمام تر کمزوریوں سے مبرا اور جدید دور کے تقاضوں کے مطابق دیدہ زیب طباعت سے آراستہ کر کے شائع کیا جائے۔ اسی نقطہ نظر سے نئے ایڈیشن میں پرانی کتابت کو چھوڑ کر جدید انداز سے جڑبندی و پیرابندی کے

ساتھ خوبصورت کمپیوٹر انزڈکٹات کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے۔ امید ہے کہ قارئین کی طلب سے کہیں زیادہ دیدہ زیب و خوب ہوگی۔

مزید برآں یہ خوش آئند بات بھی قارئین کی خوشی کا باعث ہو کہ اس ایڈیشن کی طباعت کا اہتمام حال ہی قائم ہونے والے دینی مدرسہ ”دارالعلوم جماعتیہ مہر العلوم“ رحیم ٹاؤن شکریاں ضلع اسلام آباد کے شعبہ نشر و اشاعت نے کیا ہے جو یقیناً انتہائی خوش آئند ہے۔

میری دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اجل مجدہ حضرت استاذ العلماء کو تدریس و تحقیق اور تحریر و تقریر کے میدانوں میں دین حقہ کی مزید توفیق عطا فرمائے۔ اور آپ کے قائم کردہ دارالعلوم ”جامعہ جماعتیہ مہر العلوم“ کو دن دوئی رات چوگنی ترقی نصیب فرمائے

آمین بجاہ سید المرسلین

احقر حافظ محمد اسحاق ظفر (مدرس)

جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی

﴿ بسم الله الرحمن الرحيم ﴾

الإستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ :

کوئی آدمی فوت ہو جائے تو اس کے دفن کے بعد بغرض ایصالِ ثواب غرباء کو کھانا کھلانا، اور سوئم (تیجہ) کرنا یعنی قرآن پاک کی تلاوت کر کے ایصالِ ثواب کرنا، سورۃ اخلاص پڑھنا، درود شریف پڑھنا، کلمہ و طیبہ پڑھنا ذکر و اذکار کی محفل منعقد کرنا اور لوگوں کو کھانا کھلانا جائز ہے یا نہیں؟

بعض حضرات ان تمام کاموں کو ”حرام“ کہتے ہیں۔ کیا ان امور کو حرام کہنا صحیح ہے؟ یا نہیں؟

قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب ارشاد فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

المستفتی:-

﴿ قاری محمد بشارت ﴾

﴿ حال مقیم فینکس۔ ڈربن۔ جنوبی افریقہ ﴾

☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ﴾

واللّٰه الموفق للصدق والاصواب

الجواب :-

قرآن پاک پڑھ کر میت کو ثواب پہنچانا، صدقہ و خیرات کر کے ایصالِ ثواب کرنا، فقراء کو کھانا کھلانا ”مستحب“ ہے۔ اور فقراء کے لئے پکائے ہوئے کھانے میں اہل خانہ اور ان کے اقرباء اور اغنیاء بھی شریک ہو سکتے ہیں۔

اہل میت کے پاس آئے ہوئے اقرباء کیلئے اہل میت کا کھانا پکانا اور کھلانا ”مباح“ ہے۔ مستحب یا مباح کو ”حرام“ کہنا جرمِ عظیم ہے۔ اور ظلمِ عظیم ہے۔ البتہ نمائشی طور پر ریاء کاری کی غرض سے کھانا پکانا، یا قرض لیکر وسعت سے زائد کھانا پکانے پر خرچ کرنا ”منع“ ہے۔

میت کے ورثاء ”یتامی“ (چھوٹے بچے) ہوں تو ان کا حصہ علیحدہ کرنے سے پہلے ہی میت کے مال سے ان کے دوسرے رشتہ دار، کھانے وغیرہ پر خرچ کریں اور یتامی کا مال بھی اس میں خرچ کر دیں، اور ان کو ان کا حصہ نہ دیا جائے تو ایسی صورت میں کھانے وغیرہ پر خرچ کرنا ”حرام“ ہوگا۔

پڑوسی یا اہل میت کے رشتہ دار کھانا پکائیں، اہل میت کو کھلائیں اور ان کے آئے ہوئے مہمانوں کو بھی کھلائیں، تو یہ زیادہ بہتر ہے۔

قرآن پاک پڑھنے والے فی سبیل اللہ تلاوت کریں، اور اہل میت فی سبیل اللہ کھانا کھلا دیں تو یہ دونوں امر (تلاوت، کھانا) مستحب ہوں گے۔

اصل اشیاء میں اباحت ہے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

”الحلال ما احل الله في كتابه والحرام ما حرم الله في كتابه
وما سكت عنه فهو مما عفا عنكم“

(ابن ماجه، ترمذی، مشکوٰۃ، کتاب الاطعمه . ص ۳۶۷)

کتاب اللہ میں جس چیز کو حلال کیا گیا وہ حلال ہے اور جسے حرام کیا گیا ہے وہ حرام ہے۔ اور جس سے سکوت اختیار کیا گیا ہے وہ تمہیں معاف ہے۔ یعنی حلال و حرام ہونے کے لئے قرآن و حدیث اور اجماع امت سے حرمت کو ثابت کرنا ضروری ہے۔

”إن الإباحة أصل في الأشياء ثم بعث نبينا عليه السلام فبين
الأشياء المحرمة بقى ما سواها حلالا مباحا“

(نور الانوار مع قمر الاقمار)

بے شک اصل اشیاء میں اباحت ہے۔ (ہر چیز پر عمل کرنا جائز ہے) پھر ہمارے نبی اکرم ﷺ مبعوث ہوئے تو آپ ﷺ نے حرام چیزوں کو بیان فرمادیا۔ جن کی حرمت نہیں بیان فرمائی، وہ حلال و مباح ہیں۔

مستحب کیا ہے؟

”مستحبہ ویسمی مندوبا وأدبا وفضیلة ونفلا و تطوعا ، وهو
ما فعله النبی ﷺ مرة وترکه أخرى ، وما أحبه السلف“

(در مختار)

مستحب، مندوب، ادب، فضیلت، نفل اور تطوع ایک ہی چیز کے نام ہیں۔ مستحب وہ ہے کہ جس کو نبی کریم ﷺ نے کبھی کیا ہو اور کبھی چھوڑا ہو۔ یا سلف صالحین (بزرگان دین) نے اسے محبوب سمجھا ہو۔

علامہ شامیؒ مزید لکھتے ہیں :-

”وإن لم يفعله بعد ما رغب فيه“

(در مختار)

نبی کریم ﷺ نے ایک کام پسند فرمایا ہو اور اسے خود نہ کیا ہو، وہ بھی مستحب ہے۔ بلکہ یہ تعریف زیادہ بہتر ہے؛ کیونکہ علامہ شامیؒ فرماتے ہیں :-

”وقد يطلق عليه اسم السنة وصرح القهستانی بأنه دون سنن الزوائد“

بسا اوقات اسی (مستحب) پر سنت کا اطلاق بھی کیا جاتا ہے۔ اور علامہ قہستانی نے صراحت فرمائی ہے کہ مستحب ”سنت غیر مؤکدہ“ سے کم درجہ ہے؛ کیونکہ ”سنت غیر مؤکدہ“ نبی کریم ﷺ کے افعال کو کہا جائے گا، جو آپ نے کبھی کبھی کئے ہوں۔ یا وہ کام جو آپ ﷺ نے ”عادۃ“ کئے ہوں، ”عبادۃ“ نہ کئے ہوں۔ وہ بھی سنت غیر مؤکدہ کہلائیں گے۔ خواہ وہ کام ہمیشہ ہی کئے ہوں، جیسے: لباس وغیرہ۔ اور معمولات کریمہ۔ لیکن مستحب کے لئے تو نبی اکرم ﷺ کا عمل کرنا ضروری نہیں، بلکہ صرف آپ نے پسند فرمایا ہو، یا سلف صالحین نے اس پر عمل کیا ہو تو وہ مستحب ہے۔

مستحب کا حکم

”و حکمہ الثواب علی الفعل وعدم اللوم علی التریک“

(فتاویٰ شامی ج ۱ ص ۹۱)

مستحب کا حکم یہ ہے کہ اس پر عمل کرنے سے ثواب حاصل ہوتا ہے اور چھوڑنے پر کسی قسم کی کوئی ملامت نہیں کی جائے گی۔

مباح کا حکم

”والمباح غیر مطلوب الفعل وإنما ہو مخیر فیہ“

(شامی ج اول ص ۷۸)

مباح پر عمل کرنے کا مطالبہ نہیں پایا جاتا، بلکہ انسان کو اس کے کرنے یا نہ کرنے کا اختیار ہوتا ہے۔ اس کے کرنے یا نہ کرنے پر نہ ثواب ہوتا ہے اور نہ گناہ۔ جیسے لباس، کھانا وغیرہ۔ انسان اپنی مرضی سے جیسا لباس پہنے یا جیسا کھانا کھائے وہ مباح ہے، بشرطیکہ شریعت میں جائز ہو۔

حرام کا حکم

”وہو ما لا یحتمل زیادة ولا نقصانا ثبت بدلیل لا شبہة فیہ،

ويعاقب بفعله ویکفر بجاحد“

(ماحصل من نور الانوار ص ۱۲۵)

حرام یہ ہے کہ جس میں زیادتی اور نقصان کا احتمال نہ پایا جائے۔ دلیل قطعی سے ثابت ہو۔ اس پر عمل کرنے سے گناہ ہو۔ اور حرام کی حرمت کے انکار سے کفر لازم آئے گا۔

حلال کو حرام سمجھنا!

”إن تحريم الحلال على وجهين : الأول اعتقاد ثبوت حكم التحريم فيه وهو كاعتقاد ثبوت حكم التحليل في الحرام محذور يوجب الكفر . والثاني الامتناع من الحلال مطلقاً أو مؤكداً باليمين مع حله وهذا مباح صرف وحلال محض“

(روح المعانی جلد ۱۴ ص ۱۴۸)

حلال کو حرام بنانے کی دو قسمیں ہیں۔

پہلی قسم یہ ہے کہ حلال چیز کے متعلق حرام ہونے کا عقیدہ رکھنا۔ وہ ایسے ہی ہے جیسے حرام چیز کو حلال سمجھنے کا عقیدہ رکھنا۔ یہ مطلقاً منع ہے۔ اور باعث کفر ہے۔

دوسری قسم یہ ہے کہ، حلال سے رک جانا۔ حلال کو نہ استعمال کرنا، یا قسم اٹھا کر اپنے آپ پر حرام کر لینا۔ یہ مباح ہے۔ بشرطیکہ وہ حلال چیز پر عمل کرنا باعث عبادت نہ ہو۔ مکروہ تنزیہی بھی بغیر دلیل کے ثابت نہیں ہو سکتا۔

”لا يلزم من ترك المستحب ثبوت الكراهة اذ لا بد لها من دليل

خاص“

(فتاویٰ شامی ج ۰ ص ۶۱۸)

صرف مستحب کے ترک سے کراہت ثابت نہیں ہو سکتی؛ بلکہ مکروہ ثابت کرنے کے لئے خاص دلیل کی ضرورت ہے۔ خیال رہے کہ اس مکروہ سے مراد ”مکروہ تنزیہی“ ہے، نہ کہ ”مکروہ تحریمی“۔ علامہ شامی نے اس پر صراحت کی ہے۔

مقام توجہ :

جب مکروہ (تزییی) ثابت کرنے کے لئے بھی خاص دلیل کی ضرورت ہے، صرف زبانی دعویٰ کافی نہیں۔ تو ”حرام“ بغیر دلیل کے کیسے ثابت ہو سکتا ہے؟ اور حلال کو حرام سمجھنے کا عقیدہ رکھنا جب منع ہے۔ اور باعث کفر بھی ہے۔ تو حلال کو حرام کہنے والے کون سے دین کی خدمت کر رہے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کی کھانے میں شرکت

” عن عاصم بن کلیب عن ابیہ عن رجل من الانصار قال خرجنا مع رسول الله ﷺ وهو على القبر یوصی الحاضر ، یقول : اوسع من قبل رجلیہ اوسع من قبل رأسه . فلما رجع استقبله داعی امرأته فاجاب ونحن معه فجیء بالطعام فوضع یدہ ثم وضع القوم فاكلوا فنظرنا الی رسول الله ﷺ یلوك لقمة فی فیہ ثم قال ” اجد لحم شاة اخذت بغير اذن اهلها “ فارسلت المرأة تقول یا رسول الله انی ارسلت الی النقیع وهو موضع یباع فیہ الغنم یشتری لی شاة فلم توجد فارسلت الی جارلی قد اشتری شاة ان یرسل بها الی بثمانها فلم یوجد ارسلت الی امرأته فارسلت الی بها . فقال رسول الله ﷺ اطعمی هذا الطعام الاسری“

(رواه ابو داؤد و البیهقی فی دلائل النبوة ، مشکوة باب المعجزات)

عاصم بن کلیب ایک انصاری صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ ہم

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک جنازہ میں نکلے (یعنی گھر سے نکل کر ایک جنازہ میں شریک ہوئے) میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ قبر کھودنے والے کو نصیحت کر رہے ہیں۔ کہ قبر کو پاؤں کی جانب سے وسیع کرو (پھر فرمایا) سر کی جانب سے وسیع کرو۔ جب آپ (جنازہ سے فارغ ہو کر) واپس لوٹے تو آپ کو اس میت کی عورت کی جانب سے ایک شخص کھانے کی دعوت دینے کے لئے ملا۔ آپ نے اس کی دعوت کو قبول کیا (راوی کہتے ہیں) ہم بھی آپ کے ساتھ چلے طعام لایا گیا۔ آپ نے اپنا ہاتھ کھانے پر رکھا، پھر قوم نے اپنے اپنے ہاتھ کھانے پر رکھے۔ سب نے کھانا تناول کرنا شروع کیا۔ ہم نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ لقمہ کو اپنے منہ میں ہی گھما رہے ہیں (نگل نہیں رہے) پھر آپ نے فرمایا کہ مجھے اس بکری کے گوشت سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ یہ مالک کی اجازت کے بغیر لے لی گئی ہے (اس عورت کو جب آپ کے ارشاد کے متعلق پتہ چلا) تو اس نے پیغام بھیجا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں نے نفع کی طرف آدمی کو بھیجا تھا کہ وہ وہاں سے بکری خرید لائے نفع بکریوں کے بیچنے کی منڈی تھی۔ وہاں بکری مل نہیں سکی۔ پھر میں نے اپنے پڑوسی کے گھر پیغام بھیجا کہ مجھے قیمتاً بکری خرید دو۔ وہ گھر میں نہیں تھے۔ پھر میں نے اپنے پڑوسی کی عورت کی طرف پیغام بھیجا تو اس نے بکری میری طرف بھیج دی۔ (یعنی وہ بکری مالک کی اجازت کے بغیر اس کی عورت نے دے دی تھی) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ طعام قیدیوں کو کھلا دو۔

حدیث پاک سے حاصل ہونے والے فوائد

- (۱) دفن سے فارغ ہونے کے بعد صحابہ نے کھانا تیار کیا۔
- (۲) حضور ﷺ نے اس کی دعوت کو قبول کر کے جواز کا واضح ثبوت

پیش کر دیا۔

(۳) جنازہ میں شریک ہونے والے تمام لوگ طعام (کھانے) میں شریک ہوئے۔

(۴) کھانے میں بحری کا گوشت پیش کیا گیا۔ صرف عام ادا م یعنی سرکہ یا گھی یا دال وغیرہ پر اکتفا نہیں کیا گیا۔

(۵) نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے علم غیب عطا کیا ہے۔ کسی صحابی کو

معلوم نہ ہو سکا کہ یہ بحری مالک کی اجازت کے بغیر خریدی گئی۔ لیکن نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے غیبی امر پر مطلع فرمایا۔

(۶) خاوند کی اجازت کے بغیر زوجہ خاوند کے مال میں تصرف نہ کرے۔

(۷) کسی کی اجازت کے بغیر اگر کوئی مال لے لیا جائے تو اس کا استعمال کرنا جائز نہیں۔

(۸) قیدیوں کو کھلانے کا حکم حضور نے اس لئے دیا تھا کہ اس وقت قیدی کفار اور غریب تھے۔ اس لئے وہ کھانا نہیں کھلانے کا ارشاد فرمایا۔

(۹) نبی کریم ﷺ شفیق و رحیم تھے کہ اپنی امت کے لوگوں کے جنازہ میں شرکت فرماتے تھے۔

(۱۰) کوئی شخص صاحب علم ہو، قبر کے متعلق مہارت رکھتا ہو تو اسے چاہئے کہ اگر قبر میں کوئی خامی ہو تو وہ مطلع کرے۔ تاکہ اسے صحیح کر لیا جائے۔

تنبیہ :-

نبی کریم ﷺ کا کھانا تناول نہ کرنا اس وجہ سے نہیں تھا کہ یہ میت کے دفن ہونے کے بعد اسی دن پکا لیا گیا ہے۔ بلکہ وہ بحری مالک کی اجازت کے بغیر ہی پکا لی گئی تھی۔ اسی لئے آپ نے وہ کھانا تناول نہیں فرمایا۔

آپ کا دعوت کو قبول کرنا اور یہ نہ فرمانا کہ ”یہ کھانا میت کے گھر کیوں پکا ہے؟ یہ ناجائز ہے۔“ بس یہی اس کے جواز پر دلیل ہے۔ کیونکہ نہ روکنا ”حدیث تقریری“ ہے۔

سب لوگوں کی شرکت سے اور حضور ﷺ کے نہ منع کرنے سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ کھانے میں تمام حضرات کی شرکت جائز ہے۔

حسب طاقت کھانے میں گوشت وغیرہ کا اہتمام بھی جائز ہے۔

”قال الامام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ فی کتاب الزہد ، حدثنا ہاشم بن القاسم قال ثنا الاشجعی عن سفیان قال ، قال طاؤس ان الموتی یفتنون فی قبورہم سبعا فکانوا یستحبون ان یطعموا عنہم تلك الايام“

(الحاوی للفتاویٰ ج ۲ ، ص ۱۷۸)

حضرت طاؤس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک فوت شدہ حضرات اپنی قبروں میں سات دن تک آزمائش میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اسی لئے اہل علم نے ان دنوں میں ان کی طرف سے ایصالِ ثواب کے لئے کھانا کھلانا مستحب سمجھا ہے۔

”فتنة الموتی فی قبورہم سبعة ايام اور دھا غیر واحد من

الائمة في كتبهم فاخرجها الامام احمد بن حنبل في كتاب الزهد والحافظ ابو نعيم الاصبهاني في كتاب الحلية بالاسناد الي طائوس احد ائمة التابعين واخرجها بن جريج في مصنفه بالاسناد الي عبید بن عمير وهو اكبر من طائوس في التابعين ، بل قيل انه صحابي وعزاها الحافظ زين الدين بن رجب في كتاب احوال القبور الي مجاهد وعبید بن عمير فحكم هذه الروايات الثلاث حكم المراسيل المرفوعة .

(الحادی للفتاویٰ ج ۲ ص ۱۷۸)

فوت شدہ انسانوں کا قبر میں سات دنوں تک آزمائش میں مبتلا ہونا۔ کئی ائمہ کرام نے اپنی کتب میں ذکر کیا ہے، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب، کتاب الزهد میں ذکر کیا ہے (جو روایت اوپر ذکر کی جا چکی ہے) اور حافظ ابو نعیم اصبہانی نے کتاب الحلیۃ میں ذکر کیا ہے۔ ان دونوں حضرات نے تابعین میں سے ایک امام طائوس سے یہ روایت ذکر کی ہے۔ حضرت ابن جریج نے اپنی تصنیف میں عبید بن عمیر سے یہی روایت ذکر کی ہے۔ جو تابعین میں سے ہیں اور طائوس سے بڑے ہیں، بعض حضرات نے عبید بن عمیرؓ کو صحابی کہا ہے۔

حافظ زین الدین بن رجب نے اپنی کتاب احوال القبور میں یہ روایت مجاہد اور عبید بن عمیر سے ذکر کی ہے، یہ تینوں روایتیں مرسل ہیں لیکن مرفوع حدیث کے درجہ میں ہیں۔

حضرت امام سیوطی ان روایات کے متعلق فرماتے ہیں :

” هذا له حكم المرفوع اذ يستحيل ان يكون مثله رأيا “

(الحادی للفتاویٰ ج ۲ ص ۱۸۱)

اس روایت کو مرفوع کا حکم حاصل ہے کیونکہ رائے سے ایسا کہنا محال ہے۔

” ان سنة الطعام سبعة ايام بلغني انها مستمرة الى الآن بمكة والمدينة فالظاهر انها لم تترك من عهد الصحابة الى الآن وانهم اخذوها خلفا عن سلف الى الصدر الاول “

(الحاوی للفتاویٰ ج ۲، ص ۱۹۴)

سات دنوں تک کھانا کھلانے کے متعلق مجھے خبر ملی ہے کہ یہ طریقہ مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ میں آج تک جاری ہے۔ (علامہ سیوطی کی وفات ۹۱۱ھ میں ہے) ظاہر بات یہ ہے کہ صحابہ کرام کے زمانہ سے لے کر آج تک اس پر عمل نہیں چھوڑا گیا، سلف صالحین سے یہ طریقہ آرہا ہے۔

مزید صراحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

” ورايت في التواريخ كثيرا في تراجم الائمة يقولون : ”واقام الناس على قبره سبعة ايام يقرءون القرآن“

(الحاوی للفتاویٰ ج ۲ ص ۱۹۲)

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ میں نے تواریخ میں کثیر ائمہ کرام کے حالات زندگی میں یہ دیکھا ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

” لوگ میت کی قبر پر سات دن تک قائم رہ کر قرآن پاک پڑھتے تھے “ اس بحث سے واضح ہوا کہ میت کے ایصالِ ثواب کے لئے کھانا کھلانے کا دستور صحابہ کرام اور تابعین کرام کے زمانہ سے آرہا ہے، سلف صالحین، ائمہ کرام اس پر عمل کرتے رہے۔ لہذا اس فعل کے مستحب ہونے میں کوئی شک نہیں رہا۔

تنبیہ :-

تعزیت اور جنازہ میں شرکت کے لئے آنے والے میت کی عزیز و اقارب کو اہل میت کا کھانا کھلانا مباح ہے ۔

خیال رہے کہ موت کی عام خبر اور اعلان اگرچہ بہتر نہیں، اس پر صراحتاً نہی بھی آئی ہوئی ہے۔ لیکن پھر بھی اہل علم نے جواز ثابت کیا ہے۔ جب کہ کھانا کھلانے کی ممانعت پر کوئی صراحت ممانعت نہیں ۔

” عن حذیفة قال اذا مت فلاتؤذنوا بی أحدا فانی اخاف ان یکون نعیا وانی سمعت رسول الله ﷺ ینهی عن النعی ، هذا حدیث حسن“

(ترمذی باب ماجاء فی کراهة النعی)

حضرت حذیفہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا جب میں فوت ہو جاؤں تو میری وفات کے متعلق کسی کو مطلع نہ کرنا؛ کیونکہ میں خوف کرتا ہوں کہ یہ ”نعی“ (موت کا اعلان) نہ بن جائے۔ بے شک میں نے نبی کریم ﷺ سے نعی (موت کا اعلان) کرنے سے ممانعت سنی ہے۔

” والنعی عندهم ان یناد فی الناس بان فلانا مات لیشهدوا جنازة وقال بعض اهل العلم لا بأس بان یعلم الرجل قرابته و اخوانه وروی عن ابراهیم انه قال لا بأس بان یعلم الرجل قرابته“

(ترمذی)

نعی کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں میں اعلان کرنا کہ فلاں شخص فوت ہو گیا ہے، تاکہ لوگ جنازہ میں شریک ہوں۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ انسان اپنے قریبی رشتہ داروں اور بھائیوں کو اپنے

عزیز کی وفات کی خبر دے۔ ابراہیم سے مروی ہے کہ کوئی شخص اپنے قرابت داروں کو بتائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

مقام توجہ :-

عام اعلان سے تو کوئی نہیں روکتا لیکن آئے ہوئے رشتہ داروں کو کھانا کھلانے سے روکنا اور کھانے اور کھلانے والوں کو حرام کا مرتکب بنانا کہاں کا انصاف ہے؟ حرمت پر کوئی دلیل تو پیش کریں۔

پڑوسیوں اور رشتہ داروں کا کھانا کھلانا بہتر ہے

”ویستحب لجیران اهل المیت والاقرباء الاباعد تهیه طعام لهم یشبعهم یومهم ولیلتهم لقوله ﷺ اصنعوا لآل جعفر طعام فقد جاءهم ما یشغلهم“ حسنه الترمذی و صححه الحاکم ، ولانه بر و معروف ویلح علیهم فی الاکل لان الحزن یمنعهم من ذالک فیضعفون“

(شامی ج ۱، ص ۶۶۴)

میت کے گھر والوں کے پڑوسیوں اور دور کے رشتہ داروں (جو بہت قریبی ہونے کی وجہ سے غمزدہ نہ ہوں) کو چاہئے کہ میت کے گھر والوں کے لئے کھانا تیار کریں۔ ان کو رات و دن سیر ہو کر کھانا کھلائیں۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ آل جعفر کے لئے کھانا تیار کرو! کیونکہ وہ (جعفر کی شہادت کی وجہ سے) مصیبت میں مبتلا ہو چکے ہیں۔

اس حدیث کو ترمذی نے حسن اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔ میت کے

گھر والوں کو کھانا کھلانا مستحب ہے اور نیکی کا کام ہے۔

غرباء اور فقراء کے لئے کھانا پکایا جائے اور اغنیاء بھی شریک ہوں تو کوئی حرج نہیں۔

”قد يقصد بالصدقة على الغنى الثواب وقد حصل“

(ہدایہ اخیرین ۲۹۳ فصل فی الصدقة)

کبھی غنی کو صدقہ ادا کرنے میں ثواب کا ارادہ کیا جاتا ہے وہ حاصل بھی ہو جاتا ہے۔

”فان من له نصاب وله عيال كثيرة فالناس يتصدقون عليه على قصد الثواب“

(حاشیہ ہدایہ)

بے شک وہ شخص جو صاحب نصاب (غنی) ہوتا ہے لیکن اس کے اہل و عیال کثیر ہوتے ہیں اس لئے لوگ اس پر ثواب کی غرض سے صدقہ کرتے ہیں۔

نفلی صدقہ، اغنیاء، ذمی اور خود بھی کھا سکتا ہے

”ولا يجوز ان يدفع الزكوة الى ذمی لقوله عليه السلام لمعاذ رضی اللہ عنہ خذها من اغنیاء ہم وردھا فی فقراء ہم ویدفع الیہ ماسوی ذالك من الصدقة لقوله عليه السلام تصدقوا على اهل الاديان كلها ولولا حدیث معاذ لقلنا بالجواز فی الزكوة“

(از ہدایہ اولین ۱۸۵)

زکوٰۃ ذمی کو دینا جائز نہیں، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت

معاذ رضی اللہ عنہ کو (جب عامل بنایا تو) فرمایا کہ مسلمانوں کے اغنیاء سے زکوٰۃ کا مال وصول کرو اور مسلمانوں کے فقراء پر تقسیم کرو۔ زکوٰۃ اور صدقہ فطر اور نذر اور کفارات کے ماسواء تمام صدقات ذمی کو دیئے جاسکتے ہیں۔ اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تمام دینوں والوں کو صدقہ دو، اگر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ والی حدیث اس کے معارض نہ ہوتی تو اس حدیث کی رو سے ہم ذمی کو زکوٰۃ دینے کا حکم بھی ثابت کر سکتے تھے، لیکن حدیث معاذ کے معارض ہونے کی وجہ سے صدقات واجبہ کا حکم علیحدہ ہو گیا۔

یہاں سے ہی بہت صراحتہ واضح ہو گیا، کہ صدقات واجبہ اور صدقات ثقلیہ کا حکم علیحدہ علیحدہ ہے صدقات واجبہ غنی کو دنیا منع ہے۔

”ولا تدفع الی غنی لقوله علیہ السلام لا تحل الصدقة لغنی“

(ہدایہ اولین ص ۱۸۶)

غنی کو زکوٰۃ نہ دی جائے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ غنی کے لئے صدقہ حلال نہیں۔

”ولا تدفع الی بنی ہاشم“

(ہدایہ اولین ص ۱۸۶)

بنی ہاشم کو زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی۔

”..... عبد المطلب بن ربیعہ قال قال رسول اللہ ﷺ ان هذه الصدقات انما هي اوساخ الناس وانها لا تحل لمحمد ولا لآل محمد..... رواه مسلم .“

(مشکوٰۃ باب من لا تحل له الصدقة)

حضرت عبد المطلب بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ

نے فرمایا: بیشک یہ صدقات لوگوں (کے مالوں) کی میل کچیل ہیں فرمایا بے شک یہ محمد ﷺ اور آل محمد کے لئے حلال نہیں۔

اسی حدیث کی شرح میں علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

” قال ابن الملك الصدقة لا تحل للنبي ﷺ فرضا كانت او

نفلا وكذا المفروضة لاله الى اقربائه واما التطوع فمباح لهم “

(مرقاۃ ج ۴، ص ۱۱۱)

ابن ملک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا نبی کریم ﷺ کے لئے فرضی اور

نقلی صدقہ ہر قسم کا حلال نہیں تھا۔ لیکن آپ کی آل اور آپ کے اقرباء کے لئے فرضی صدقہ تو حلال نہیں لیکن نقلی صدقہ حلال ہے۔

” واما الصدقة النافلة فقال في النهاية وبجوز النفل بالاجماع

وكذا يجوز النفل للغنى “

(مرقاۃ ج ۴ ص ۱۱۱)

نقلی صدقہ کا حکم بیان کرتے ہوئے صاحب نہایہ نے بیان

فرمایا کہ ہو ہاشم کے لئے نقلی صدقہ بالاجماع جائز ہے، اور اسی طرح غنی کے لئے نقلی صدقہ بھی جائز ہے۔

” لان المال ههنا كالماء يتدنس باسقاط الفرض اما التطوع

بمنزلة التبرد بالماء “

(هدایة اولین ص ۱۸۶)

اس لئے کہ مال پانی کی طرح ہے فرض کے ساقط کرنے سے میلا ہو

جاتا ہے اور نفل کا ادا کرنا پانی سے ٹھنڈک حاصل کرنے کی طرح ہے۔

البتہ یہ خیال رہے کہ غنی کو نقلی صدقہ، صدقہ کی نیت سے دینا

مطلق جائز ہے۔ اس میں کسی قسم کا خلاف ادب لازم نہیں آتا۔ لیکن بنو ہاشم کے ادب کا تقاضا کچھ اور ہے۔

علامہ ملا علی قاری فرماتے ہیں :

” فلا تدفع اليهم النافلة الا على وجه الهبة مع الادب “

(مرقاۃ ج ۴ ص ۱۱۱)

کہ بنو ہاشم کو نفلی صدقہ بھی ”ہبہ“ کی نیت سے دیا جائے اس میں صدقہ کی نیت نہ کی جائے تاکہ ان کے ادب و احترام کا لحاظ پایا جائے۔

” ولا الى امرأته للاشتراك في النفع عادة ولا تدفع المرأة الى زوجها عند ابى حنيفة لما ذكرنا وقالوا تدفع اليه لقوله عليه السلام لك اجران اجر الصدقة واجر الصلة قاله لامرأة ابن مسعود وقد سألته عن التصدق عليه قلنا هو محمول على النافلة “

(هدایہ اولین ۱۲۶)

خاوند اپنی زوجہ کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا کیونکہ زوجین کے منافع مشترک ہیں۔ زوجہ اپنے خاوند کو بھی زکوٰۃ نہیں دے سکتی۔ وجہ اس کی بھی یہی ہے کہ منافع دونوں کے مشترک ہیں۔ یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے۔ البتہ صاحبین (حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد) کے نزدیک زوجہ اپنے خاوند کو زکوٰۃ دے سکتی ہے، کیونکہ عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی زوجہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ میں اپنے خاوند کو صدقہ دے سکتی ہوں؟ تو آپ نے فرمایا کہ تمہیں دو اجر حاصل ہوں گے، ایک صدقہ کا اور دوسرا صلہ رحمی کا۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اس صدقہ سے

مراد نفلی صدقہ ہے۔ اس بحث سے یہ بھی واضح ہوا کہ نفلی صدقہ زوجہ اپنے خاوند کو بالاتفاق دے سکتی ہے، لیکن وجوہی صدقہ مفتی بہ قول کے مطابق اپنے خاوند کو نہیں دے سکتی۔

نفلی اور وجوہی صدقہ کا حکم علیحدہ علیحدہ ہے یہ مسئلہ روز روشن کی طرح عیاں ہو گیا۔

رشتہ داروں پر صدقہ افضل ہے

حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مسند احمد میں روایت ذکر کی گئی ہے۔

”قال عليه السلام افضل الصدقة على ذي الرحم الكاشح“

(بحوالہ ہدایہ اخیرین ۶۵۸)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا عداوت رکھنے والے ذی رحم (قریبی رشتہ دار) پر صدقہ کرنا افضل ہے۔

”وانما جعل هذا التصديق افضل لان التصديق على المحب الصديق يميل اليه النفس لمحبتة وصداقته وفي القريب الكاشح المنظور اليه هو معنى القرابة لا غير مع مخالفة نفسه لان نفسه لا تدعو الى التصديق“ (كفايه)

عداوت رکھنے والے رشتہ دار کو صدقہ دینا افضل اس لئے قرار دیا ہے کہ محبت، صدیق کی طرف تو اس کی محبت اور صداقت کے پیش نظر انسان کا نفس خود ہی مائل ہوتا ہے، کہ اس کو صدقہ دیا جائے۔ لیکن عداوت رکھنے

والے رشتہ دار کی طرف انسان کا نفس تو میلان نہیں کرتا اور صدقہ بھی نہیں دینا چاہتا۔ لیکن وہ رشتہ داری کی وجہ سے جب صدقہ دے گا تو یہ اس کے لئے افضل ہوگا۔

”وعن سليمان بن عامر قال قال رسول الله ﷺ الصدقة على المسكين صدقة وهي على ذي رحم ثنتان صدقة وصله“

(رواه احمد والترمذى والنسائى وابن ماجه مشكوة باب افضل الصدقة)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا مسکین کو صدقہ دینا صرف صدقہ ہی ہے اور ذی رحم محرم (رشتہ دار) کو صدقہ دینے میں دو چیزیں حاصل ہیں۔ صدقہ اور صلہ رحمی۔ یعنی عام فقراء اور غرباء کو صدقہ دینے میں ایک ثواب اور رشتہ داروں کو صدقہ دینے میں دو ثواب حاصل ہوتے ہیں۔

مذکورہ بالا بحث سے نتیجہ حاصل ہوا

☆ میت کے گھر والوں کے پڑوسی اگر کھانا پکا کر ان کو اور ان کے مہمانوں کو کھلائیں تو انہیں دو ثواب حاصل ہوں گے۔ ایک صدقہ کا اور دوسرا پڑوسیوں کے حقوق ادا کرنے کا۔

☆ اگر اہل میت کے رشتہ دار انہیں اور ان کے مہمانوں اور غرباء و فقراء کو صدقہ کی نیت سے کھانا کھلائیں تو انہیں دو ثواب حاصل ہونگے ایک صدقہ کا اور دوسرا رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرنے یعنی صلہ رحمی کا۔

☆ میت کے گھر والے ”صدقہ“ کی نیت سے کھانا پکا کر کھلائیں، تو ثواب حاصل ہوگا، اس میں ان کے رشتہ دار اور غرباء فقراء سب شریک ہو

سکتے ہیں۔

☆ میت کے گھر والے صدقہ کی نیت سے تو کھانا نہ پکائیں؟ البتہ ہبہ کی نیت سے کھانا کھلائیں۔ باہر سے آئے ہوئے مہمانوں کی مجبوری کو دیکھ کر کھانا کھلائیں، کہ یہ اب واپس گھر تو پہنچ نہیں سکتے اتنے وقت سے بھوکے ہیں تو ایسی صورت میں کھانا کھلانا مباح ہے بلکہ رحمی کی وجہ سے مستحب کہنا بھی کوئی بعید نہیں۔

☆ وفات کے بعد کھانا کھلانا نفلی صدقہ ہوتا ہے، اس میں اہل خانہ خود اغنیاء اور فقراء و غرباء سب شریک ہو سکتے ہیں۔ اغنیاء کے کھانے سے ثواب ضائع نہیں ہو جاتا۔

☆ میت کے گھر والے ریاء کاری، نام پیدا کرنے اور شہرت حاصل کرنے کے لئے بطور ضیافت کھانا کھلائیں تو یہ منع ہے۔

☆ مباح یا مستحب کو حرام کہنا جرم عظیم اور ظلم عظیم، اللہ تعالیٰ ایسے جملاء سے بچائے۔

بحث ایصالِ ثواب

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے !

”والذین جاءوا من بعدهم يقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا
الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین آمنوا ربنا انک
رؤوف رحیم“

اور وہ لوگ جو ان کے بعد آئے، عرض کرتے ہیں۔ اے ہمارے
رب ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور
ہمارے دل میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ رکھ۔ اے رب ہمارے !
بے شک تو نہایت مہربان رحم والا ہے۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کبیر
میں ذکر کیا ہے۔

”واعلم ان هذه الآيات قد استوعبت جميع المؤمنين لانهم اما
المهاجرون او الانصار او الذین جاؤا من بعدهم و بین ان فی شان من
جاء من بعد المهاجرین و الانصار ان یذكر السابقین و هم المهاجرون
والانصار بالدعاء و الرحمة فمن لم یکن کذاک بل ذکرهم بسوء کان
خارجا من جملة اقسام المؤمنین بحسب نص هذه الآیة“

بے شک یہ آیات (یعنی تین آیات ایک یہ اور دو اس سے پہلی آیتیں
مسلمانوں کی تمام قسموں کو حاوی ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ وہ پہلے
مسلمانوں یعنی مهاجرین و انصار (اور تمام پہلے گزرے ہوئے مسلمانوں) کے
لئے دعا کریں ایصالِ ثواب کریں۔ ان کے لئے رحمت طلب کریں جو اس

طرح نہیں کرتے بلکہ پہلے مسلمانوں کو برائی سے یاد کرتے ہیں، وہ مسلمانوں کی تمام قسموں سے خارج ہیں۔

اس حکم پر یہ آیت کریمہ صراحتاً دلالت کر رہی ہے، قرآن پاک کی اس آیت کریمہ سے واضح ہوا کہ مسلمانوں کو حقیقی معنی میں مسلمان بننے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے سے پہلے گزرے ہوئے تمام مسلمانوں کے لئے دعا کریں اور ان کے لئے رحمت طلب کریں۔

بے شمار احادیث سے بھی یہ واضح ہے کہ فوت شدہ بھائیوں کو ثواب پہنچایا جائے اور ان کے لئے دعا مغفرت کی جائے۔

” عن ابی ہریرۃ قال اذا مات الانسان انقطع عنه عمله الا من ثلاثة الا من صدقة جاریة او علم ینتفع به او ولد صالح یدعوله “
(مسلم ج ۲، باب ما یلحق من الثواب بعد وفات)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے بے شک نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب انسان فوت ہو جاتا ہے اس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں، سوائے تین چیزوں کے۔ یعنی سوائے صدقہ جاریہ یا علم جس سے لوگ نفع حاصل کر رہے ہوں۔ یا نیک اولاد جو اس کے حق میں دعا کر رہے ہوں۔

اس حدیث پاک سے یہ ثابت ہو گیا، کہ فوت شدہ انسان کے لئے دعا کرنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ اس کے اعمال کی ترقی اور مغفرت اور بلندی درجات کا ذریعہ ہے۔

اسی حدیث کی شرح میں علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں!

” وفيه ان الدعاء يصل ثواب الى الميت و كذلك الصدقة وهما
مجمع عليهما “

اس حدیث پاک سے یہ ثابت ہوا کہ بیشک دعا کا ثواب میت کو پہنچتا
ہے۔ اسی طرح صدقہ کا ثواب بھی، ان دونوں کے ثواب کے پہنچنے پر اجماع
امت ہے۔

” ان من البر بعد البر ان تصلى لأبويك مع صلاتك و تصوم
لهما مع صومك “

(مسلم ج اول باب بيان الاسناد من الدين)

بے شک نیکی کے بعد نیکی یہ ہے کہ تم اپنی نماز کے ساتھ والدین
کے لئے بھی نماز (نوافل) پڑھو اور اپنے روزہ کے ساتھ اپنے والدین کے لئے
(نفل) روزے بھی رکھو (ان کا ثواب پہنچاؤ)۔

اس حدیث کی شرح میں نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

” عن بعض اصحاب الكلام من ان الميت لا يلحقه بعد موته
ثواب فهو مذهب باطل قطعاً و خطأ بين ، مخالف النصوص الكتاب
والسنة و اجماع الامة فلا التفات اليه “

بعض اصحاب کلام نے کہا کہ میت کو اس کی موت کے بعد ثواب نہیں
پہنچتا یہ مذہب یقیناً باطل ہے قرآن پاک، حدیث پاک اور اجماع امت کے
خلاف ہے، اس کی طرف بالکل توجہ نہ کی جائے۔

نیز علامہ نووی اس کے بعد یہ تحریر فرماتے ہیں۔

” وذهب جماعات من العلماء الى انه يصل الى الميت ثواب

جميع العبادات من الصلوة والصوم والقراء وغيره ذلك “

علماء کی کثیر جماعتوں کا موقف یہ ہے کہ میت کو تمام عبادات کا ثواب پہنچتا ہے، خواہ نماز ہو، یا روزہ ہو۔ تلاوت قرآن پاک ہو یا ان کے بغیر اور عبادات ہوں۔

گویا اس مسئلے میں کل دو مذہب ہو گئے ایک باطل مذہب کہ میت کو ثواب نہیں پہنچتا اور دوسرا علمائے حق کا مذہب کہ میت کو ثواب پہنچتا ہے۔

” قال النووی فی الاذکار قال محمد بن احمد المروزی سمعت احمد بن حنبل یقول اذا دخلتم المقابر فاقراءوا بفاتحة الكتاب والمعوذتين وقل هو الله احد واجعلوا ثواب ذلك لاهل المقابر فانه یصل اليهم والمقصود من زيارة القبور للزائر الاعتبار وللمزور الانتفاع بدعائه“

(مرقات ج ۴، ص ۸۱)

محمد بن احمد مروزی فرماتے ہیں کہ میں نے احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے سنا کہ جب تم قبرستان میں داخل ہو تو سورۃ فاتحہ، سورۃ اخلاص، سورۃ فلق اور سورۃ الناس پڑھ کر ثواب قبرستان والوں کو پہنچاؤ، کیونکہ ان کو ثواب پہنچتا ہے۔

قبروں کی زیارت میں مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ زیارت کرنے والا عبرت حاصل کرے اور جن کی زیارت کی جائے انہیں دعا سے نفع حاصل ہو۔

” واخرج الخلال فی الجامع عن الشعبي قال كانت الانصار اذا مات لهم الميت اختلفوا الى قبره یقرؤن القرآن“

(مرقات ج ۴، ص ۸۱)

شعبی سے مروی ہے کہ انصار کا اگر کوئی شخص فوت ہو جاتا تو وہ اس کی قبر پر جا کر قرآن پاک پڑھتے تھے۔

”واخرج ابو محمد السمرقندی فی فضائل قل هو الله احد عن علی مرفوعاً من مر علی المقابر وقرأ ﴿قل هو الله احد الخ﴾ احدی عشرة مرة ثم وهب اجره للاموات اعطی من الاجر بعدد الاموات“

(مرقات ج ۴ ص ۸۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث مروی ہے کہ جو شخص قبرستان سے گزرے اور گیارہ مرتبہ ”قل هو الله احد“ پڑھے، پھر اس کا ثواب فوت شدہ حضرات کو پہنچائے تو فوت شدہ لوگوں کی تعداد کے مطابق اجر دیا جائے گا۔ (یعنی ہر شخص کو مکمل ثواب حاصل ہوگا۔ اور پڑھنے والے کو بھی جتنے زیادہ لوگ ہوں گے اتنا زیادہ اجر حاصل ہوگا۔)

”واخرج ابو القاسم سعد بن علی الزنجانی فی فوائدہ عن ابی ہریرة قال ، قال رسول الله ﷺ من دخل المقابر ثم قرأ فاتحة الكتاب وقل هو الله احد والهکم التکائر ثم قال انی جعلت ثواب ما قرأت من کلامک لاهل المقابر و المؤمنین و المؤمنات كانوا شفعاء له الی الله تعالی“

(مرقات ج ۴ ص ۲۰۸۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص قبرستان میں داخل ہوا پھر سورۃ فاتحہ پڑھی اور ”قل هو الله احد“ اور ”الهکم التکائر“ سورۃ پڑھی پھر کہا میں نے جو کلام پڑھی ہے، اس کا ثواب میں قبرستان کے مومن مرد اور عورتوں کو پہنچاتا ہوں۔ تو تمام لوگ (جن کو یہ ثواب پہنچائے گا) اس کے شفیع ہوں گے۔

”عن ابی ہریرہ ان رجلا قال للنبی ﷺ ان ابی مات و ترک مالا ولم یوص فهل یکفر عنه ان تصدق عنه (ان اتصدق عنه) قال نعم“
(مسلم باب وصول ثواب الصدقة الی المیت)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بیشک ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کی بیشک میرے باپ فوت ہو گئے ہیں، اور مال چھوڑ گئے کوئی وصیت انہوں نے نہیں کی، کیا ان کی طرف سے صدقہ کر دیا جائے تو ان کا کفارہ بن جائے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں!

”عن عائشة ان رجلا اتی الی النبی ﷺ فقال یا رسول اللہ ان امی افتلتت نفسہا و لم توص و اظنہا لو تکلمت تصدقت أفلہا اجر ان تصدقت عنها؟ قال نعم“

(مسلم جلد ثانی باب وصول ثواب الصدقة الی المیت)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ بے شک ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو اس نے عرض کیا یا رسول اللہ میری والدہ اچانک فوت ہو گئیں کوئی وصیت نہیں کر سکیں، میرا گمان یہ ہے کہ اگر وہ کلام کر سکتیں تو صدقہ کی وصیت ہی کرتیں۔ کیا انہیں اس کا ثواب ملے گا کہ میں ان کی طرف سے صدقہ کر دوں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔

ان دونوں حدیثوں کے ترجمہ سے ہی بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ صدقہ کا ثواب میت کو ملتا ہے اور حضرت محدث رحمۃ اللہ علیہ نے ”باب“ کا نام (عنوان) ہی ایسا رکھا ہے جس سے واضح ہو رہا ہے کہ اس باب میں وہ احادیث ذکر ہوں گی جن سے یہ ثابت ہو گا کہ میت کو صدقہ کا ثواب پہنچتا ہے

”عن ابی ہریرہ ان رجلا قال للنبی ﷺ ان ابی مات و ترک مالا ولم یوص فہل یکفر عنہ ان تصدق عنہ (ان اتصدق عنہ) قال نعم“
(مسلم باب وصول ثواب الصدقة الی المیت)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بیشک ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کی بیشک میرے باپ فوت ہو گئے ہیں، اور مال چھوڑ گئے کوئی وصیت انہوں نے نہیں کی، کیا ان کی طرف سے صدقہ کر دیا جائے تو ان کا کفارہ بن جائے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں!

”عن عائشة ان رجلا اتی الی النبی ﷺ فقال یا رسول اللہ ان امی افتلتت نفسہا و لم توص و اظنہا لو تکلمت تصدقت أفلہا اجر ان تصدقت عنہا؟ قال نعم“

(مسلم جلد ثانی باب وصول ثواب الصدقة الی المیت)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ بے شک ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو اس نے عرض کیا یا رسول اللہ میری والدہ اچانک فوت ہو گئیں کوئی وصیت نہیں کر سکیں، میرا گمان یہ ہے کہ اگر وہ کلام کر سکتیں تو صدقہ کی وصیت ہی کرتیں۔ کیا انہیں اس کا ثواب ملے گا کہ میں ان کی طرف سے صدقہ کر دوں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔

ان دونوں حدیثوں کے ترجمہ سے ہی بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ صدقہ کا ثواب میت کو ملتا ہے اور حضرت محدث رحمۃ اللہ علیہ نے ”باب“ کا نام (عنوان) ہی ایسا رکھا ہے جس سے واضح ہو رہا ہے کہ اس باب میں وہ احادیث ذکر ہوں گی جن سے یہ ثابت ہو گا کہ میت کو صدقہ کا ثواب پہنچتا ہے

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مقام پر فرمایا !

” وفي هذا الحديث جواز الصدقة عن الميت واستحبابها وان
ثوابها يصله وينفعه وينفع المتصدق ايضا وهذا كله اجمع عليه
المسلمون “

(نووی شرح مسلم جلد ثانی ۲۹)

اس حدیث سے واضح ہوا کہ میت کی طرف سے صدقہ کرنا جائز اور
مستحب ہے اور بیشک اس صدقہ کا ثواب اسے پہنچتا ہے اور میت کو اس کا نفع
حاصل ہوتا ہے اور صدقہ کرنے والے کو بھی اس کا نفع حاصل ہوتا ہے۔ اس پر
مسلمانوں کا اجماع ہے۔

مباح بہ نیت تقرب مستحب ہو جاتا ہے

وعیت کے متعلق نبی کریم ﷺ نے فرمایا !

”والثلث كثير انك ان تذر ورثتك اغنياء خير من ان تذرهم
عالة يتكفون الناس ولست تنفق نفقة تبتغي بها وجه الله الا اجرت بها
حتى اللقمة تجعلها في امراتك“

(مسلم ج ۲، کتاب الوصية)

تمہاری حصہ کی وصیت بہت ہے۔ بے شک اگر تم وراثت کو غنی چھوڑ
جاؤ، تو یہ بہتر ہے اس سے کہ تم انہیں حاجتمند چھوڑ جاؤ کہ وہ لوگوں کے سامنے
ہاتھ پھیلاتے رہیں۔ تم اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے جو مال بھی خرچ کرو
گے۔ اس کا تمہیں ضرور اجر ملے گا۔ یہاں تک کہ جو لقمہ تم اپنی زوجہ کے منہ
میں ڈالو گے۔ اس کا ثواب بھی تمہیں ملے گا۔

یہ حدیث جس کا کچھ حصہ نقل کیا گیا ہے۔ اس کی شرح میں علامہ
نووی رحمۃ اللہ علیہ نے چند مسائل نقل لئے ہیں۔

☆ ” وفي هذا الحديث حث على صلة الارحام والاحسان الى
الاقارب والشفقة على الورثة وان صلة القريب الاقرب والاحسان اليه
افضل من الابد “

اس حدیث پاک میں صلہ رحمی اور قریبی رشتہ داروں پر احسان
کرنے اور وراثت پر شفقت کرنے پر برائیگیختہ کیا گیا ہے۔ اور اس بات پر برائیگیختہ
کیا گیا ہے۔ کہ قریبی رشتہ داروں پر صدقہ کر کے صلہ رحمی حاصل کرنا اور ان

پرا حسان کرنا زیادہ بہتر ہے بنسبت دور والوں کے ۔

☆ ”واستدل به بعضهم على ترجیح الغنی علی الفقیر“

اسی سے بعض اہل علم نے یہ ثابت کیا ہے کہ اپنی قریبی رشتہ دار کو نقلی صدقہ دینا زیادہ بہتر ہے باوجود اس کے کہ وہ غنی ہو اور دوسرا شخص فقیر ہو

☆ ”وفیه استحباب الانفاق فی وجوہ الخیر“

اور یہ بات ثابت ہوئی کہ بھلائی کے ہر قسم کے مواقع پر مال خرچ کرنا مستحب ہے ۔

☆ ”وفیه ان الاعمال بالنیات وانہ انما یثاب علی عملہ بنیة“

اور یہ ثابت ہوا کہ اعمال کا دار و مدار نیات پر ہے، بے شک انسان کو اس کے عمل پر اس کی نیت کے مطابق ہی ثواب دیا جاتا ہے ۔

☆ ”وفیه ان الانفاق علی العیال یثاب علیہ اذا قصد بہ وجہ اللہ تعالیٰ“

اور یہ ثابت ہوا کہ اہل و عیال پر مال خرچ کرنے پر بھی ثواب حاصل ہوتا ہے۔ جب اس میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا لحاظ کیا جائے ۔

☆ ”وفیه المباح اذا قصد بہ وجہ اللہ تعالیٰ یصیر طاعة ویثاب علیہ“

اور یہ واضح ہوا کہ مباح کے کام میں جب اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا لحاظ کیا جائے تو وہ طاعت بن جاتا ہے اور اس پر ثواب دیا جاتا ہے۔ کیونکہ اپنی زوجہ سے مہربانی اور تعلقات ازدواجی دنیاوی خواہشات اور لذات کی وجہ سے ہوتے ہیں، ان لذات کے پیش نظر ہی اس کے منہ میں لقمہ ڈالا جاتا ہے لیکن

جب اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے لئے یہی کام کئے جائیں تو ان میں ثواب حاصل ہوتا ہے۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے لئے زوجہ کے منہ میں ڈالے جانے والے لقمہ کو باعثِ اجر و ثواب قرار دیا ہے۔

☆ ” ان الانسان اذا فعل شياء اصله على الاباحة ذالك كالاكل بنية التقوى على طاعة الله تعالى والنوم للاستراحة ليقوم الى بنية العبادة نشيطا والاستمتاع بزوجة ليكف نفسه وبصره ونحوهما عن الحرام وليقضى حقها وليحصل ولد اصالحا“

(نورى شرح مسلم ج ۲، ص ۴۷)

انسان جب کوئی ایسا کام کرے جو اصل میں تو مباح ہو لیکن جب وہ اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کو حاصل کرنے کے لئے کرے تو وہ مستحب ہو جائے گا۔ اس میں اسے ثواب حاصل ہو گا۔ جس طرح کھانا کھانا مباح ہے۔ لیکن جب اس لئے کھائے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی قوت حاصل ہو جائے تو یہی مستحب ہو جائے گا۔ ”سونا“ (آرام کرنا) مباح ہے لیکن اس لئے سونا کہ آرام حاصل ہو جائے تو پھر عبادت کرنے میں چُستی حاصل ہو سکتی باقی نہ رہے تو یہ سونا بھی مستحب ہو گا، اس پر ثواب حاصل ہو گا۔

زوجہ سے منافع حاصل کرنا مباح ہیں لیکن اس غرض سے منافع حاصل کرے کہ حرام کاموں سے بچ جاؤں اور زوجہ کے حقوق پورے کر لوں اور نیک اولاد حاصل ہو تو یہ منافع حاصل کرنے مستحب ہو جائیں گے اور ان پر ثواب مرتب ہو گا۔

نتیجہ واضح ہوا:

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ کی بحث سے یہ واضح ہو گیا کہ میت کے گھر والے یا ان کے رشتہ دار اگر اس غرض سے کھانا پکائیں کہ دور دراز سے آئے ہوئے رشتہ داروں اور پڑوسیوں یا اہل محلہ یا احباب کو کھلائیں گے تاکہ ہمارے تعلقات اور زیادہ بڑھیں صلہ رحمی حاصل ہو تو یقیناً یہ باعثِ ثواب ہے۔

تنبیہ:-

اہل میت کھانے کا اہتمام ایسا نہ کریں جس سے یہ پتہ چلے کہ یہ خوشی کی محفل ہے۔ شرکاء بھی غمزہ ہی نظر آئیں۔ مطلقاً ضیافت، اظہارِ خوشی یقیناً مکروہ ہے۔

”ویکرہ اتخاذ الضیافۃ من الطعام من اهل الميت لانه شرع فی السرور لا فی الشرور“

(شامی ج ۱، ص ۶۶۴)

اسی لئے غم اور خوشی کے کھانوں میں فرق ہونا چاہئے، کسی قسم کی ایسی حرکات نہ پائی جائیں، جو خوشی پر دلالت کریں۔

لیکن یہ بھی خیال رہے کہ اگر خوشی کی طرح ہی کھانے کی محفل سجائی جائیں، شرکاء بھی ہنستے رہیں ان محافل سے غمی کا کوئی تصور نہ ہو تو پھر بھی ”مکروہ“ ہی ثابت ہوگا۔ ”حرام“ ثابت کرنے کے لئے صرف زبان سے کہہ دینا کافی نہیں، بلکہ دلیل کی ضرورت ہے۔

اہل سنت وجماعت کا مذہب

” وفي البحر من صام او صلى او تصدق وجعل ثوابه لغيره من الاموات والاحياء جاز ويصل ثوابها اليهم عند اهل السنة والجماعة كذا في البدائع ثم قال وبهذا علم انه لا فرق بين ان يكون المجعول له ميتا او حيا والظاهر انه لا فرق بين ان ينوي به عند الفعل للغير او يفعله لنفسه ثم بعد ذلك يجعل ثوابه لغيره لا طلاق كلامهم“

(شامی ج ۱، ص ۶۶۶)

البحر الرائق میں ذکر کیا گیا ہے کہ کوئی شخص روزہ رکھ کر یا نماز ادا کر کے یا صدقہ کر کے ثواب دوسرے شخص کو پہنچائے خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ یہ جائز ہے اور ان عبادات کا ثواب ان کو پہنچتا ہے۔ یہی اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے، البدائع میں بھی یہی ذکر ہے، اس کے بعد بدائع میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ اسی سے معلوم ہو گیا کہ جس کو ثواب پہنچایا گیا، وہ زندہ ہو یا مردہ، اسی طرح عام ہے کہ یہ عبادات غیر کو ثواب پہنچانے کی غرض سے کرے اور ثواب پہنچائے، یا اپنے لئے اور پھر ثواب دوسرے کو پہنچائے۔ کیونکہ اہل علم نے مطلقاً ثواب پہنچنے کا ذکر کیا ہے۔

خیال رہے کہ نقلی نماز اور نقلی روزہ میں تو اتفاق ہے کہ ان کا ثواب غیر کو پہنچایا جاسکتا ہے۔ لیکن فرضی نماز روزہ میں اختلاف ہے۔

اعتراض:

رب تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے!

”وان ليس للانسان الا ماسعى“

اور یہ کہ آدمی نہیں پائے گا سوائے اپنی کوشش کے۔

اس آیت کریمہ سے تو پتہ چلا کہ انسان کو اپنے اعمال کا ہی فائدہ ہوگا، دوسرے کے اعمال کا اسے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

اس اعتراض کے علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے پانچ جواب ذکر کئے ہیں۔

پہلا جواب:

”انہا منسوخة بقوله تعالى والذين آمنوا واتبعتهم ذريتهم بايمان الحقنا بهم ذريتهم الاية، ادخل الابناء الجنة بصلاح الاباء“

یہ آیت کریمہ دوسرے آیت کریمہ ”والذین امنوا اتبعتمہم..... الایة“ سے منسوخ ہے۔ دوسری آیت کا ترجمہ یہ ہے، اور جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی، ہم نے ان کی اولاد ان سے ملا دی اور ان کے عمل میں انہیں کچھ کمی نہ دی سب آدمی اپنے کئے میں گرفتار ہیں۔

اس آیت کریمہ سے واضح ہوا کہ آباء کی نیکیوں کی وجہ سے ان کی اولاد کو بھی جنت میں داخل کر دیا جائے گا، جبکہ ان کے اپنے اعمال میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

دوسرا جواب:

”انہا خاصة بقوم ابراهيم وموسى عليهما الصلوة والسلام فاما هذه الامة فلها ما سعت وما سعى لها قاله عكرمة“

اس آیت کریمہ کا حکم قوم ابراہیم علیہ السلام اور قوم موسیٰ علیہ السلام سے خاص ہے کہ انہیں صرف اپنے ہی اعمال کا فائدہ ہوتا تھا، اس آیت سے پہلے قوم ابراہیم علیہ السلام اور قوم موسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے، لیکن امتِ مصطفیٰ ﷺ کو اپنے اعمال کا بھی فائدہ ہوتا ہے۔ دوسرے لوگ جو اپنی عبادات کا ثواب انہیں پہنچائیں اس کا فائدہ بھی انہیں حاصل ہوتا ہے۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کا اس آیت کریمہ کے متعلق یہی قول

ہے۔

تیسرا جواب:

”ان المراد بالانسان هنا الكافر فاما المؤمن ما سعى وسعى له
قاله الربيع بن انس“

بے شک آیت کریمہ میں جو انسان کا ذکر ہے، اس سے مراد کافر ہے کہ کافر کو کسی دوسرے شخص کے عمل کا کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا۔ لیکن مومن کو اپنے اعمال کا فائدہ بھی ہوگا، اور دوسروں کے اعمال کا بھی، جن کا ثواب اسے پہنچایا گیا ہو۔ اس آیت کریمہ کی وضاحت میں حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ کا یہی قول ہے۔

چوتھا جواب:

”ليس للانسان الا ما سعى من طريق العدل فاما من باب الفضل
فجائز ان يزيد الله ما شاء قاله الحسين بن فضل“

آیت کریمہ میں جو یہ ذکر کیا گیا ہے کہ انسان صرف وہی پائے گا جو اس نے خود کوشش کی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے نظام میں صرف عدل کی بات ہوتی تو یہ شخص کسی دوسرے کے عمل کا فائدہ حاصل نہ کر سکتا، لیکن نظام قدرت میں فضل کو بھی دخل عظیم ہے۔ اس لئے وہ اپنے فضل سے انسان کو اس کے اپنے اعمال کا فائدہ بھی دے گا۔ اور دوسروں سے پہنچائے گئے ثواب کا فائدہ بھی دے گا۔ وہ اپنے فضل سے جتنا چاہے انسان کے مراتب کو زیادہ کرے۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں یہی قول حضرت حسین بن فضل رضی اللہ عنہ کا ہے۔

پانچواں جواب :

” ان اللام فی الانسان بمعنی علی ای لیس علی الانسان إلا

ما سعی“

(مرقاۃ ج ۴، ص ۸۶)

للانسان میں لام بمعنی علی کے ہے، اب آیت کریمہ کا معنی یہ ہو گا کہ انسان کو نقصان صرف اپنے برے اعمال کا ہو گا۔ کسی دوسرے کی بد اعمالیوں کا اسے نقصان نہیں ہو گا۔

مسلمان ہمیشہ ایصالِ ثواب کرتے رہے

” وان المسلمین ما زالوا فی کل مصر وعصر یجتمعون
ویقرؤن لموتاهم من غیر نکیف فکان ذالک اجماعاً “

(مرقاۃ ج ۴، ص ۸۲)

بے شک مسلمان ہر شہر میں اور ہر زمانہ میں ہمیشہ سے فوت شدہ
آدمیوں کے لئے قرآن پاک پڑھتے چلے آ رہے ہیں۔ کسی نے اس کا انکار نہیں
کیا۔ اس پر اجماع امت ہے۔

” قال السیوطی واما القراءة علی القبر فجزم بمشروعیتها
اصحابنا وغیرہم “

(مرقاۃ ج ۴، ص ۸۲)

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا قبر پر قرآن پاک پڑھنے کے جواز
پر ہمارے اصحاب اور دوسرے حضرات نے یقین کیا ہے، یعنی اس کے جواز
میں کوئی شک و شبہ نہیں۔

” قال النووی فی شرح المہذب یتحب لزائر القبور ان یقرأ
ما تیسر من القرآن ویدعو لهم عقبها نص علیہ الشافعی واتفق علیہ
الاصحاب وزاد فی موضع آخر وان ختموا القرآن علی القبر کان
افضل “

(مرقاۃ ج ۴، ص ۸۲)

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح مہذب میں ذکر کیا ہے کہ قبروں
کی زیارت کرنے والے کے لئے مستحب یہ ہے کہ جتنا ہو سکے قرآن پاک
پڑھے، اور اس کے بعد قبرستان والوں کے لئے دعا کرے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ

علیہ نے اس پر نص فرمائی ہے اس پر آپ کے اصحاب کا بھی اتفاق ہے۔

دوسرے مقام پر اور یہ زیادہ فرمایا کہ اگر قبر پر مکمل قرآن پاک پڑھ کر دعا کریں، تو اور زیادہ بہتر ہے۔

ایصالِ ثواب کا طریقہ :

علامہ ابن عابدین شامی نقل فرماتے ہیں :

” وفي شرح اللباب ويقرأ من القرآن ما تيسر له من الفاتحة
واول البقرة الى المفلحون وآية الكرسي وآمن الرسول وسورة يسين
وتبارك الملك وسورة التكاثر والاحلاص اثني عشر مرة او احدى
عشرة او سبعة او ثلاثا ثم يقول : ” اللهم اوصل ثواب ما قرأناه الى
فلان او اليهم “ .

(شامی ج ۱، ص ۶۶۶)

شرح لباب میں ذکر کیا گیا ہے کہ قرآن پاک جہاں سے آسان ہو
پڑھے یعنی ہو سکے تو سورة فاتحه اور سورة بقرہ کی ابتداء سے
”مفلحون“ تک اور آیت الكرسي اور امن الرسول اور سورة
تكاثر اور سورة اخلاص بارہ مرتبہ یا گیارہ مرتبہ یا سات مرتبہ یا تین
مرتبہ پڑھے۔ پھر یہ کہے : اے اللہ جو میں نے پڑھا ہے اس کا ثواب فلاں
شخص کو پہنچا۔

اگر زیادہ لوگوں کے لئے پڑھا ہو تو زیادہ کا ذکر کر دے۔ اے اللہ
فلاں، فلاں کو اس کا ثواب پہنچا۔

دعاء میں شامل سب کو مکمل ثواب پہنچے گا

” فی زکوٰۃ التارخانیۃ عن المحیط الافضل لمن یتصدق نفلا ان ینوی لجميع المؤمنین والمؤمنات لانها تصل الیہم ولا ینقص من اجرہ شیء“

(شامی ج ۱، ص ۶۶۶)

بحر محیط کے حوالہ سے تثار خانیہ کی کتاب الزکوٰۃ میں یہ مسئلہ ذکر کیا گیا ہے کہ جو شخص نفلی صدقہ کر رہا ہو، اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ تمام مومن مرد اور مومن عورتوں کی نیت کرے کیونکہ تمام کو ثواب پہنچے گا، اور اس کے اپنے اجر میں بھی کوئی کمی نہیں آئے گی۔

اس لئے ہر دعا میں تمام مومنین کا ذکر کیا جائے، یہ نہ خیال کیا جائے کہ شاید ثواب منقسم ہو جائے گا، ایسا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بہت وسیع ہے۔

بہتر یہ ہے کہ دعا کرتے وقت پہلے نبی کریم ﷺ کے حضور ایصالِ ثواب کا نذرانہ عقیدت پیش کرے پھر تمام انبیاء کرام اور سلف صالحین کے حضور پیش کرے۔ ان بزرگ ہستیوں کے وسیلہ جلیلہ سے جس شخص کے لئے اہتمام کیا گیا ہے، اسے ثواب پہنچائے پھر تمام مومنین و مومنات کو ثواب پہنچائے۔

فائدہ:

مذکورہ بحث سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ دعا سے پہلے مروج چھوٹا ختم

شریف یعنی چہار قل ، فاتحہ ، سورۃ بقرہ کی ابتدائی آیات اور پھر کچھ اور آیات مبارکہ جو مختلف جگہ سے پڑھی جاتی ہیں۔ یہ جائز ہے، البتہ، لازم نہیں کوئی اور سورتیں پڑھ لی جائیں، پھر بھی جائز ہے۔ قرآن پاک مکمل پڑھ لیا، ویسے ہی دعا کر لی پھر کوئی اور سورتیں یا آیات نہیں پڑھیں تو یہ بھی جائز ہے۔

حاجی امداد اللہ صاحب کے فتویٰ سے نخونی واضح ہو گا (فتویٰ بعد میں مذکور ہے) کہ کھانا سامنے رکھ کر اس پر کچھ مختصر سورتیں پڑھ کر دعا کرنا جائز ہے۔ قبولیت دعا اور حضور قلب کا ذریعہ ہے، البتہ اسے فرض اور واجب نہ سمجھے اور یہ بھی اعتقاد نہ رکھے کہ اس کے بغیر ثواب نہیں پہنچتا۔

میت کو ایصالِ ثواب کے لئے صدقہ :

” عن سعد بن عبادة قال يا رسول الله ام سعد ماتت فاي الصدقة افضل قال الماء “

حضرت سعد بن عبادة رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ سعد کی (یعنی میری) ماں فوت ہو گئی اس کے لئے کون سا صدقہ افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: پانی۔ حضرت سعد نے کناں کھدوایا (اور لوگوں کے لئے وقف کر دیا اور کہا یہ سعد کی ماں کے لئے ہے) یعنی اس کناں کا نام ہی ایسا رکھا جس سے واضح ہو رہا ہے کہ یہ ام سعد کے ایصالِ ثواب کے لئے ہے۔

نبی کریم ﷺ کے ارشاد گرامی و صحابی کے عمل کے بعد بھی اگر کوئی

شخص یہ کہے کہ میت کو ثواب نہیں پہنچتا تو یہ اس کی قسمت کی بات ہے، ہمیں کسی کی بد قسمتی پر ماتم کرنے کی ضرورت نہیں معاملہ اپنی اپنی قسمت کا ہے

پانی کو زیادہ باعثِ ثواب کہنے کی وجہ !

” الا فضلیة من الامور النسبية و كان هناك افضل لشدة الحر

والحاجة وقلة الماء“

(مرقاۃ ج ۴، ص ۲۰۹)

کسی صدقہ کی افضلیت وقتی مناسبت سے تعلق رکھتی ہے۔ وہاں پانی کا صدقہ افضل تھا، کیوں کہ شدید گرمی پڑتی، پانی قلیل ہوتا تھا، لوگوں کو زیادہ اسی کی ضرورت تھی۔

اس سے پتہ چلا کہ اگر کہیں مسجد کی زیادہ ضرورت ہو تو مسجد بنوائی جائے، اگر کہیں دینی مدرسہ کی زیادہ ضرورت ہو تو دینی مدرسہ پر مال خرچ کیا جائے۔ اگر کہیں قبرستان کے لئے جگہ کی ضرورت زیادہ ہو تو قبرستان کے لئے جگہ لی جائے وغیرہ۔

میت کی جانب سے حج کرنا

” حدثني موسى بن سلمة الهذلي ان ابن عباس قال امرت امرأة سنان بن سلمة الجهني ان يسأل رسول الله ﷺ ان امها ماتت ولم حج أفيجزى عن امها ان تحج عنها قال نعم ! لو كان على امها دين فقضته عنها ألم يكن يجزئني فتحج عن امها“

(نسائی ج ۲، باب الحج عن الميت)

موسیٰ بن سلمہ ہندی نے حدیث بیان کی کہ بیشک ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ سنان بن سلمہ جسہنی کی زوجہ نے حکم دیا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ سے پوچھ کر بتایا جائے، کہ میری ماں فوت ہو گئیں انہوں نے حج نہیں کیا تھا۔ کیا میں ان کی طرف سے حج کر دوں تو ان کی طرف سے جائز ہو جائے گا۔ آپ نے فرمایا: کیا ایسا نہیں کہ اگر اس کی ماں پر قرض ہوتا تو وہ ادا کرتی (قرض ادا ہو جاتا) تو اسے چاہئے کہ وہ اپنی ماں کی جانب سے حج کرے۔

”عن ابن عباس امرأة سالت النبي ﷺ عن ابها مات ولم يحج قال حجى عن ابيك“

(نسائی جلد ۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بیشک ایک عورت نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ میرے باپ فوت ہو گئے ہیں اور وہ حج نہیں کر سکے۔ (تو اب میں کیا کروں) آپ نے فرمایا کہ تم اپنے باپ کی جانب سے حج کر لو۔

ان احادیث سے واضح ہوا کہ میت کو عبادات کا ثواب پہنچتا ہے، اگر ثواب نہ پہنچتا تو نبی کریم ﷺ یہ نہ فرماتے کہ تم اپنی ماں کی جانب سے، یا تم اپنے باپ کی جانب سے حج کر لو۔ میت کو عبادات کا فائدہ ہوتا ہے۔ اسی لئے آپ نے میت کی طرف سے حج کرنے کی اجازت فرمائی۔

ذکر و تسبیحات سے میت کو فائدہ پہنچانا

”وعن ابن عباس قال مر رسول الله ﷺ بقبرين فقال انهما“

يعذبان و ما يعذبان في كبير اما احدهما . فكان لا يستبري من بوله ،
واما الاخر فكان يمشي بالنميمة ثم اخذ جريرة رطبة فشقها نصفين ثم
غرز في كل قبر واحدة فقالوا يا رسول الله ﷺ لم صنعت هذا ؟ فقال
يخفف لعلهما عنهما“

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ دو
قبروں کے قریب سے گزرے تو آپ نے فرمایا کہ بیٹھک ان دونوں کو عذاب ہو
رہا ہے، اور ان کو عذاب (بظاہر) کوئی بڑی چیز کی وجہ سے نہیں ہو رہا۔ ایک کو
عذاب اس لئے ہو رہا ہے کہ وہ پیشاپ کے چھینٹوں سے نہیں پچتا تھا، اور
دوسرے کو عذاب اس لئے ہو رہا ہے کہ وہ چغلی خوری کرتا تھا۔ پھر آپ نے ایک
سبز شاخ کو لیا اور اس کے دو ٹکڑے کئے۔ پھر ہر ایک قبر پر ایک ایک کو گاڑ دیا۔
صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ آپ نے ایسا کیوں کیا ؟ تو آپ ﷺ نے
فرمایا: جب تک یہ ٹہنیاں خشک نہیں ہوں گی۔ (انہیں فائدہ ہوگا) ان سے
عذاب میں تخفیف ہوگی۔ ”لعل“ کا لفظ کسی شک پر دلالت نہیں کر رہا
بلکہ تعلیل کے لئے ہے۔ یعنی جب تک یہ ٹہنیاں خشک نہیں ہوں گی ان
کے عذاب میں تخفیف ہوگی۔ تو اس سے تخفیف کی علت ثابت ہو گئی۔

سبز ٹہنیاں باعث تخفیف عذاب کیوں ہوں گی ؟

”انه يسبح مادام رطبا فيحصل التخفيف ببركة التسبيح“

اس لئے کہ وہ جب تک سبز و تر رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ کی تسبیحات
پڑھیں گی۔ لہذا تسبیح کی برکت کی وجہ سے ان سے عذاب میں تخفیف ہوگی۔

”وعلى هذا فيطرد في كل ما فيه رطوبة من الاشجار وغيرها“

و كذلك فيما فيه بركة كالذكر وتلاوة القرآن “

اسی سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ ہر وہ چیز جس میں رطوبت (تراوت) پائی جائے خواہ درخت ہوں یا اور کوئی چیز ہو وہ باعث تخفیف عذاب ہے۔ اسی طرح ہر وہ چیز جس میں برکت پائی جاتی ہو جیسے ذکر اور تلاوت قرآن بطریق اولیٰ (یعنی سبز شاخوں سے بڑھ کر) فائدہ مند ہیں اور عذاب کی تخفیف کا سبب ہے۔

(از حاشیہ نسائی)

قبر پر پانی چھڑکنارِ حمت الہی کا سبب ہے

” وعن جابر قال رش قبر النبي ﷺ وكان الذي رش الماء على قبره بلال بن رباح بقربة بدأ من قبل راسه حتى انتهى الى رجليه “
(رواه البيهقي في دلائل النبوة مشكوة باب دفن الميت)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف پر پانی چھڑکا گیا، بلال بن رباح نے مشکیزہ سے پانی چھڑکا، سر کی جانب سے شروع کیا گیا اور پاؤں کی انتہا تک چھڑکا گیا۔

” قال الطيبي لعل ذلك اشارة الى استنزال الرحمة الالهية والعواطف الربانية كما ورد في الدعاء اللهم اغسل خطاياہ بالماء والثلج والبرد وقالوا سقى الله ثراه وبرد مضجعه “

(مرقاۃ ج ۴)

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پانی چھڑکنے میں اس طرف اشارہ ہو سکتا ہے کہ یہ رحمت الہیہ کے نزول کا سبب ہے۔ اور رب تعالیٰ کی مہربانیوں کا ذریعہ ہے، جیسا کہ خود نبی کریم ﷺ نے دعاء میں فرمایا، اے اللہ

اس کے گناہوں کو پانی اور برف اور اولوں (ژالہ باری) سے دھو دے۔ صحابہ کرام نے دعائیں ذکر کیا، اے اللہ ان کی قبر کو سیراب کر دے اور ان کے ٹھکانہ کو ٹھنڈا کر۔

نبی کریمؐ کا حضرت سعدؓ کی قبر پر تسبیحات و تکبیرات پڑھنا!

”وعن جابر قال خرجنا مع رسول الله ﷺ الى سعد بن معاذ حين توفي فلما صلى عليه ﷺ ووضع في قبره وسوى عليه سبحة رسول الله ﷺ فسبحنا طويلا ثم كبر فكبرنا . فقيل يا رسول الله ﷺ لم سبحت ثم كبرت ؟ قال لقد تضايق على هذا العبد الصالح قبرة حتى فرجه الله عنه“

(رواه احمد مشكوة باب البات عذاب القبر)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے جب سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ فوت ہوئے، رسول اللہ ﷺ نے ان پر نماز جنازہ پڑھی۔ اور ان کو قبر میں رکھا گیا، اور مٹی ڈال دی گئی، تو نبی کریم ﷺ نے تسبیحات پڑھیں۔ ہم نے طویل تسبیحات پڑھیں پھر حضور نے تکبیر پڑھی، ہم نے بھی تکبیر پڑھی۔ پھر رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا۔ کہ آپ نے تسبیح کیوں پڑھی؟ پھر تکبیر کیوں پڑھی؟ آپ ﷺ نے جواب دیا کہ اس نیک بندے پر قبر تنگ ہو گئی تھی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی قبر کو کشادہ کر دیا۔

خیال رہے کہ قبر کی تنگی جریوں کے پیشاپ کے چھینٹوں سے نہ بچنے کی وجہ سے ہوئی تھی۔

حضرت سعد بن معاذ جلیل القدر صحابی تھے۔ جن کا لقب نبی کریم ﷺ نے سید الانصار رکھا، انہوں نے مدینہ طیبہ میں عقبہ اولیٰ اور عقبہ ثانیہ کی بیعت کے درمیانی عرصہ میں اسلام قبول کیا۔ ان کی وجہ سے بنو عبد الاشہل نے اسلام قبول کیا اور ان کے گھر کے تمام افراد نے اسلام قبول کر لیا، ان کی وفات پر خوشی سے عرش الہی جھوما۔ اور ستر ہزار فرشتے ان کے جنازہ میں شریک ہوئے۔

”وعن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ هذا الذي تحرك له العرش وفتحت له ابواب السماء وشهده سبعون الفامن الملائكة لقد ضم ضمه ثم فرخ عنه“

(مشکوٰۃ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ (سعد بن معاذ) وہ شخص ہے جس کے لئے عرش الہی نے حرکت کی اور ان کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے۔ اور ان کے پاس (ان کی نماز جنازہ ادا کرنے کے لئے) ستر ہزار فرشتے حاضر ہوئے۔ تحقیق ان کی قبر تنگ ہو گئی تھی۔ پھر اسے کشادہ کر لیا گیا۔

”الذي تحرك له العرش اى ارتاح بصعوده واستبشر لكرامته على ربه“

(مرقاۃ ج ۱، ص ۲۱۱)

آپ کے لئے عرش الہی نے حرکت کی، اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کی روح کے چڑھنے کی وجہ سے خوش ہوا، راحت محسوس کی، آپ کی روح کو خوشبو سے مہکتا ہوا پایا۔ اور آپ کو جو رب کے ہاں عزت و تکریم حاصل تھی۔ اس کی وجہ سے خوشی سے عرش جھوما۔

” وفتحت له ابواب السماء لإنزال الرحمة ونزول الملائكة
او تزينا لقدمه وطلوع روحه لأن محل أرواح المؤمنين الجنة وهي
فوق السماء السابعة عرضا للابواب بأن يدخل من أي باب شاء لعظم
كما له كفتح ابواب الجنة الثمانية لبعض المؤمنين “

(مرقاۃ ج ۱ ص ۲۱۱)

آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے، تاکہ رحمت کا نزول ہو، اور
فرشتے نازل ہوں، یا اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کی روح کے آنے کی وجہ سے
آسمانوں کو مزین کرنے کے لئے دروازے کھول دیئے گئے تھے۔ اور وجہ یہ
تھی کہ آپ کی روح کو جنت میں پہنچانے کے لئے دروازے کھول دیئے گئے
تھے، کیونکہ جنت سات آسمانوں سے اوپر ہے اور جنت ہی مومنوں کی روحوں
کے ٹھہرنے کا مقام ہے۔ اور وجہ یہ تھی کہ آپ کے عظیم کمال کی وجہ سے
جنت کے تمام دروازے کھول دیئے گئے تھے، کہ آپ جس دروازے سے
چاہیں داخل ہو جائیں، کیونکہ باکمال مومنوں کے لئے آٹھ جنتوں کے تمام
دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، کہ جس میں چاہیں داخل ہو جائیں۔

” وشهد سبعون الفا من الملائكة اى حضر جنازة تعظيما له “

(مرقاۃ ج ۱ ص ۲۱۱)

آپ کے جنازہ میں آپ کی تعظیم کے لئے ستر ہزار فرشتے حاضر

ہوئے۔

اے غافل انسان! کیا تو ایسے عظیم المرتبہ جلیل القدر صحابی

سے بھی اپنے آپ کو بڑا سمجھ رہا ہے؟ اتنے عظیم مرتبہ والے صحابی پر قبر تنگ
ہو سکتی ہے اور نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کی تسمیحات و تکبیرات سے قبر کشادہ

ہوئی۔ تو تجھے کیا ہوا کہ اپنی قبر کو کشادہ کرنے کے ذرائع سے یعنی تلاوت قرآن پاک اور صدقہ و خیرات سے روک رہا ہے۔ کیا تو اپنی قبر کے تنگ ہونے پر ہی خوش ہے۔ اگر تجھے قبر کی تنگی پسند ہے تو ہمیں تیری قبر کے کشادہ کرنے کی کوئی فکر نہیں۔

میت کے لئے استغفار کا حکم

”عن عثمان قال كان النبي ﷺ اذا فرغ من دفن الميت وقف عليه فقال استغفروا لآخیکم ثم سلوا له بالتبیت فانه الآن یسئل“
(رواہ ابو داؤد، مشکوٰۃ اثبات القبر)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ میت کے دفن سے فراغت کے بعد اس پر ٹھہرے اور فرمایا اپنے بھائی کے لئے مغفرت طلب کرو! پھر اس کے لئے (کلمہ شہادت پر) ثابت رہنے کی دعا کرو، کیونکہ اب اس سے سوال کیا جائے گا۔

میت کے لئے ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا

مسلم شریف جلد اول کتاب الجنائز میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کردہ ایک طویل حدیث میں یہ ذکر کیا گیا ہے۔

”..... حتی جاء البقیع فقام فاطال القیام ثم رفع یدیه ثلاث مرات ثم انحرف“

یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ بقیع (قبرستان کا نام) میں تشریف لائے،

وہاں بہت دیر کھڑے ہو کر ہاتھ اٹھا کر تین مرتبہ دعا فرمائی پھر واپس ہو گئے۔

یہاں ہاتھ اٹھانے سے مراد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا ہی مراد ہے۔ کیونکہ اس حدیث کے آخر میں آ رہا ہے۔

” فقال ان ربك يأمرک ان تاتی اهل البقیع فتستغفر لهم “

جبرائیل نے کہا بیشک تمہارا رب تمہیں حکم دیتا ہے، تم بقیع میں دفن شدہ حضرات کے پاس آ کر ان کے لئے دعا مغفرت کرو۔

” مالک عن یحی بن سعید ان سعید بن المسیب کان یقول ان الرجل لیرفع بدعاء ولده من بعد وقال یدہ نحو السماء فرفعهما “
(موطا امام مالک کتاب القرآن باب العمل فی الدعاء)

امام مالک یحیی بن سعید سے روایت کرتے ہیں، بیشک سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ تحقیق پیچھے رہ جانے والی اولاد کی دعا سے انسان کے مدارج بلند ہوتے ہیں، انہوں نے اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھاتے ہوئے کہا۔ اس حدیث کی شرح میں مولانا اشفاق الرحمن کاندھلوی تحریر فرماتے ہیں۔

” توضیح کلام الباجی ان قوله قال بیدہ (الخ) ویحتمل وجهین الاول ان یکون بیانا لقوله ید ویؤیدہ رواية بن عیسی بلفظ یرفعها ویدعو یعنی اذا رفع الولد یدیه نحو السماء للدعاء وصوره ابن المسیب بیدیه فیرفع لأجله درجات الولد “

شارح حدیث علامہ باجی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کی وضاحت یہ ہے کہ حدیث شریف میں ”بیدیہ“ سے لے کر آخر تک جو الفاظ مذکور ہیں۔ اس کا مقصد بیان کرنے میں دو احتمال ہیں۔ ایک احتمال یہ ہے کہ یہ ”یدعوا“ کا بیان ہوا، مطلب یہ ہوگا کہ اولاد ہاتھ اٹھا کر دعا کرے۔

اس معنی کی ابن عیسیٰ کی روایت تائید کرتی ہے، جس میں ذکر ہی ”یرفعہما ویدعوا“ ہے، جس کا معنی یہ ہے دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر دعا کرے۔ یعنی اولاد جب دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر اپنے والدین کے لئے دعا کرے تو ان کے مدارج بلند ہوتے ہیں۔

اسی صورت کو ابن مسیب نے اپنے ہاتھ اٹھا کر بتایا ہے، کہ اس طرح دعا کرے۔

خیال رہے کہ حدیث پاک میں اولاد کی قید اتفاقی ہے، کیونکہ تمام زندہ لوگوں کی دعائوت شدہ لوگوں کے مدارج کی بلندی کا سبب ہے۔ اس حدیث کی شرح میں بیان کیا گیا ہے۔

”بدعاء ولده ای بسبب دعاء اولاده ومن تبعه من بعد ای بعد

موتہ“

یعنی جس طرح اولاد کی دعا کی وجہ سے مدارج بلند ہوتے ہیں۔ اسی طرح اس کے پیچھے رہ جانے والوں میں سے کوئی بھی دعا کرے تو اس کے مدارج کی بلندی کا وہ دعا سبب ہوگی۔

ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے میں حکمت

کچھ لوگ دعا کے تو قائل ہو جاتے ہیں مگر نامعلوم ہاتھ اٹھانے میں انہیں کیا قباحت محسوس ہوتی ہے؟ درج ذیل میں ہاتھ اٹھانے کی حکمت و برکت کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

” عن سليمان قال قال رسول الله ﷺ ان ربكم حيي كريم
يستحي من عبده اذا رفع يديه اليه ان يردهما صفرا“

(رواه الترمذی و ابو داؤد والبيهقي مشكوة شريف كتاب الدعوات)

حضرت سليمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بیشک تمہارا رب بڑے حیاء والا ہے۔ (جو اس کی شان کے لائق ہے) اپنے بندے سے حیاء فرماتا ہے کہ اس کے ہاتھوں کو خالی لوٹائے۔

خیال رہے کہ یہاں حیاء کا حقیقی معنی اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ان کے نفع والی چیزیں عطا فرماتا ہے اور ضرروالی ان سے دور رکھتا ہے۔

علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاة المفاتیح میں اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

” حکمة الرفع الى السماء انها قبلة الدعاء ومهبط الرزق
والوحي والرحمة والبركة“

ہاتھ اٹھانے میں یہ حکمت ہے کہ آسمان دعا کا قبلہ ہے جیسے نماز کا قبلہ کعبہ شریف ہے، نماز میں جب کعبہ شریف کی طرف انسان متوجہ ہوتا

ہے تو دعا میں آسمانوں کی طرف ہاتھ پھیلا کر دعا کرے۔ آسمانوں سے ہی رزق، وحی رحمت اور برکت نازل ہوتی ہے۔

قرآن پاک پڑھ کر دعا کرنے میں عظیم برکت

” وعن حميد الاعرج قال من قرء القرآن وختمه ثم دعا أمن على دعائه اربعة آلاف ملك ثم لا يزالون يدعون له ويستغفرون ويصلون عليه الى السماء او الى الصباح“

(روح البیان پ ۸ زیر آیہ و هذا کتاب انزلہ مبارک)

حمید اعرج سے مروی ہے کہ جس نے قرآن پاک پڑھ کر ختم کیا، پھر دعا کی تو اس کی دعا پر چار ہزار فرشتے آمین کہتے ہیں۔ پھر ہمیشہ اس کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں اور اس کے لئے مغفرت طلب کرتے رہتے ہیں اور صبح و شام تک اس کے لئے رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں۔

سبحان اللہ! پڑھنے والے کو کتنا عظیم ثواب ملتا ہے اور اس کے لئے فرشتے دعا کرتے ہیں، جب وہ دعا کرتا ہے تو چار ہزار فرشتے آمین کہتے ہیں۔ جب وہ میت کے لئے دعا کرے گا اور چار ہزار فرشتے آمین کہیں گے۔ تو میت کے کتنے مدارج بلند ہوں گے۔

قرآن پاک کے دور کے وقت صدقہ کرنا

” عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ اجود الناس بالخير و كان اجود ما يكون في شهر رمضان ان جبرئيل عليه السلام كان يلقاه في كل سنة في رمضان حتى ينسلخ فيعرض عليه رسول الله ﷺ القرآن فاذا لقيه جبرئيل كان اجود بالخير من الريح المرسلة“

(مسلم ج ۲، باب حودہ ص ۲۰۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ رسول اللہ ﷺ سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور رمضان شریف میں زیادہ سخاوت فرماتے تھے، بیشک جبرائیل علیہ السلام ہر سال رمضان میں آپ سے ملاقات کرتے تھے، یہ سلسلہ ملاقات رمضان کے ختم ہونے تک جاری رہتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ جبرائیل علیہ السلام سے قرآن پاک کا دور کرتے تھے۔ جب آپ کی ملاقات جبریل سے ہوتی تو آپ تیز چلنے والی ہو اسے بھی زیادہ سخاوت فرماتے تھے۔

اس حدیث پاک کی تشریح میں علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

” وفي هذا الحديث فوائد منها بيان عظم جوده ﷺ ومنها استحباب الثار الجود في رمضان ومنها زيادة الجود والخير عند ملاقة الصالحين وعقب فراقهم للتاثر بلقائهم ومنها استحباب مدارسة القرآن“

(نوری شرح مسلم ج ۲، ص ۲۴۱)

اس حدیث پاک میں کئی فوائد حاصل ہو رہے ہیں۔

- (۱) نبی کریم ﷺ کی بہت زیادہ جود و سخاوت کا اس میں بیان ہے۔
 - (۲) رمضان شریف میں زیادہ سخاوت کرنا مستحب ہے۔
 - (۳) نیک لوگوں سے ملاقات کے وقت زیادہ سخاوت کرنا۔
 - (۴) نیک لوگوں کی جدائی کے وقت زیادہ سخاوت کرنا۔ کیونکہ ان کی ملاقات نے اس پر نیکیوں کے اثرات چھوڑے ہیں۔
 - (۵) قرآن پاک کا دور کرنا، یعنی ایک دوسرے کو سنانا مستحب ہے۔
- اسی طرح چھٹا فائدہ یہ حاصل ہوا کہ قرآن پاک پڑھنے پر صدقہ کرنا مستحب ہے۔

قرآن پاک پڑھ کر اجتماعی دعا کرنا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ قرآن پاک کے ختم کے وقت اپنے گھر والے تمام حضرات کو جمع کرتے اور پھر سب مل کر دعا کرتے تھے۔

(نووی کتاب الاذکار باب تلاوت القرآن)

حکیم ابن عتبہ فرماتے ہیں کہ ایک مجمع کو مجاہد و عبدہ ابن ابی لبابہ نے بلایا اور فرمایا کہ ہم نے تمہیں اس لئے بلایا ہے کہ آج ہم قرآن پاک ختم کر رہے ہیں۔ چونکہ قرآن پاک ختم کے وقت دعا قبول ہوتی ہے۔

حضرت مجاہد سے صحیح روایت منقول ہے کہ بزرگان دین قرآن پاک کے ختم کے وقت لوگوں کو جمع کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ اس وقت رحمت باری تعالیٰ کا نزول ہوتا ہے۔

(نووی کتاب الاذکار)

کھانا سامنے رکھ کر قرآنی آیات تلاوت کرنا

عام طور پر مروج ہے کہ کھانا سامنے رکھ کر ”چہار قل“ یعنی سورۃ الکافرون، اخلاص، الفلق، الناس، فاتحہ، البقرۃ کی ابتدائی آیات پڑھ کر دعا کی جاتی ہے۔ بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا ہے کہ یہ کھانا حرام ہو گیا ہے۔ سبحان اللہ کیسی جاہلانہ منطوق ہے۔ قرآن پاک پڑھنے سے کھانا متبرک ہوتا ہے یا حرام؟

اللہ کا ذکر کرنے سے کھانا متبرک ہوتا ہے

حضرت ابو طلحہ کے گھر تھوڑا سا طعام تھا۔ حضور ﷺ کے ساتھ ستر یا اسی صحابہ کرام آئے تو آپ نے فرمایا۔

”ہلمی یا ام سلیم ما عندک فانت بذلک الخبز فامر به رسول اللہ ﷺ ففت وصرعت ام سلیم عکة فادمتہ ثم قال رسول اللہ ﷺ فیہ ما شاء اللہ“

(مسلم، بخاری مشکوٰۃ المعجزات)

اے ام سلیم جو تمہارے پاس طعام ہے وہ لے آؤ انہوں نے روٹی پیش کی۔ آپ نے روٹی کے ٹکڑے کرنے کا حکم دیا، ام سلیم نے ایک برتن سے گھی نچوڑ کر روٹی پر لگایا۔ پھر اس پر نبی کریم ﷺ نے کچھ پڑھا جو اللہ تعالیٰ کی مشیت میں تھا۔ پھر دس دس آدمیوں کو بلاتے رہے جو سیر ہو کر چلے جاتے۔ وہ معمولی طعام آپ کے پڑھنے کی برکت سے اسی آدمیوں نے سیر ہو کر کھا لیا۔ سبحان اللہ!

”ثم قال فیہ رسول اللہ ﷺ ما شاء اللہ ان یقول“

اس کی تشریح علامہ قاری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

”فیہ ای فی ذلک الخبز مع الادم او فیما ذکر من الخبز والادم“

اس میں پڑھا۔ سوال ہوتا ہے کہ مفرد کی ضمیر دو چیزوں کی طرف روٹی اور گھی کی طرف کیسے لوٹ رہی ہے۔ تو اس کی وجہ بیان کی یا یہ تاویل ”فی ذلک الخبز مع الادم“ اس روٹی میں جمع گھی کے پڑھا۔ یا تاویل یہ کریں

فیما ذکر ” جس چیز کا پہلے ذکر آچکا یعنی روٹی اور گھی میں پڑھا۔

” ماشاء اللہ ان يقول ” اللہ تعالیٰ نے جو چاہا وہ پڑھا۔ ” ای من الدعاء أو الاسماء ” یعنی دعا کی اور اسمائے الہیہ پڑھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں چند کھجوریں پیش کیں اور عرض کیا۔

” یا رسول اللہ ﷺ ادع اللہ فیہن البرکة فضمنہن ثم دعا لی فیہم بالبرکة ”

یا رسول اللہ ﷺ آپ ان میں اللہ تعالیٰ سے برکت کی دعا فرما دیں۔ آپ نے وہ ہاتھ میں لیں۔ پھر میرے لئے ان میں برکت کی دعا فرما دی۔ اور آپ نے فرمایا کہ یہ لے لو اور ان کو اپنے کسی توشہ دان میں ڈال لو۔ جب بھی تم کھجوریں لینا چاہو تو اس میں ہاتھ ڈال کر نکال لیا کرنا۔ لیکن ان کو نکال کر باہر نہیں پھینکنا۔

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں میں وہ کھجوریں ہمیشہ اپنی کمر پر باندھ کر رکھتا تھا، ان میں سے ایک وسق یعنی ساٹھ صاع (ایک صاع تقریباً چار کلو کے برابر ہوتا ہے) تو میں نے اللہ کی راہ میں دیں۔ ہم خود بھی کھاتے رہے اور دوسرے لوگوں کو بھی کھلاتے رہے۔ لیکن (افسوس) کہ وہ توشہ دان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن میری کمر سے ٹوٹ کر گر گیا۔ کھجوریں بھر گئیں۔ (پھر وہ ختم ہو گئیں)۔

(باب المعجزات، مشکوٰۃ)

وہ کھجوریں جب حضرت ابو ہریرہ نے آپ کی خدمت میں پیش کی تھی۔ ان کی تعداد کل اکیس تھی۔ نبی کریم ﷺ نے ہاتھ میں لے کر برکت کی دعا کی۔ وہ بابرکت ہو گئیں۔

غور کیجئے! کھانے کی چیز پر پڑھنے اور دعا کرنے سے وہ کھانا حرام کیسے ہو جاتا ہے۔ اہل علم کو تو اس کا پتہ نہیں۔ البتہ جملاء اس کے حرام ہونے کی زٹ لگاتے رہیں، تو ہم ان کو ان کی جہالت اور بے علمی کی وجہ سے معذور سمجھیں گے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو میری والدہ ام سلیم نے کھجوروں، گھی اور کھوئے سے حلوہ تیار کیا، اسے ایک برتن میں ڈالا، پھر کہا اے انس یہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے جاؤ، اور یہ عرض کرنا کہ یہ میری والدہ نے آپ کی طرف بھیجا ہے اور آپ کی خدمت میں سلام عرض کیا ہے۔ اور یہ کہہ رہی تھیں یا رسول اللہ آپ کے لئے ہماری طرف سے یہ تھوڑا سا ہدیہ ہے۔

فرماتے ہیں: میں لے کر گیا، والدہ کا پیغام پہنچایا آپ نے فرمایا رکھ دو۔ پھر آپ نے فرمایا جاؤ فلاں کو میرے پاس بلاؤ اور فلاں کو اور فلاں کو جن شخصوں کے آپ نے نام ذکر فرمائے۔ (تین آدمیوں کے خصوصی نام ذکر فرمائے) پھر کہا جو بھی تمہیں ملے اسی کو میرے پاس آنے کی دعوت دے دو، میں نے ان آدمیوں کو دعوت دی جن کے آپ نے نام لئے تھے۔ اور جو بھی مجھے ملتا رہا میں اسے دعوت دیتا رہا۔ واپس آیا تو آپ کا گھر آپ کے صحابہ سے

بھرا ہوا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا تمہاری تعداد کتنی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ تین سو کے قریب تھی، حضرت انس کہتے ہیں۔

” فرأیت النبی ﷺ وضع یدہ علی تلك الحیسة وتکلم بما شاء اللہ“

میں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک اسی حلویے پر رکھا ہوا ہے اور آپ نے اس پر پڑھا جو اللہ نے چاہا، پھر آپ نے دس دس آدمیوں کو بلایا اور وہ کھانا کھانے لگے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

” اللہ کا نام لے کر کھاؤ اور ہر شخص اپنے سامنے سے کھائے!“

سب لوگ سیر ہو کر کھا کر چلے گئے۔ پھر اور دس کو بلایا۔ اسی طرح سب (یعنی تین سو کے قریب لوگوں) نے کھانا سیر ہو کر کھا لیا۔ اور مجھے آپ نے فرمایا اے انس اب اٹھالو۔ میں نے اٹھایا تو مجھے معلوم نہیں ہو رہا تھا، کہ جب کھانا رکھا تھا۔ اس وقت زیادہ تھا یا جب واپس اٹھایا؟

(مشکوٰۃ باب المعجزات)

یعنی آپ نے تعجب کیا کہ تین سو لوگ کھانا کھا گئے لیکن کھانا پہلے سے زیادہ تھا۔ اس حدیث پاک سے بھی یہی واضح ہوا کہ کھانا سامنے رکھ کر نبی کریم ﷺ نے اللہ کا ذکر کیا اور دعا کی، اس میں برکت ہوئی۔

پتہ چلا کہ کھانا سامنے رکھ کر پڑھنا، ذکر کرنا، دعا کرنا باعث برکت ہے نہ کہ باعث حرمت۔

شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کا فتویٰ

”طعامیکہ ثواب آن نیاز حضرت امامین نمایند بر آن قل و فاتحہ و درود خواندن متبرک ثواب می شود و خوردن او بیسار خوب است“

(فتاویٰ عزیزہ ص ۷۵)

وہ طعام جو حضرت امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما کے ثواب کے لئے پکایا جائے اور اس پر قل (سورۃ الکافرون ، فلق ، الناس) پڑھنا باعث برکت ہے اور اس کا کھانا بہت ہی خوب ہے۔

”اگر مالیدہ و شیر برائے فاتحہ بزرگے بقصد ایصالِ ثواب بروح ایشاں پختہ بخوراند جائز است مضائقہ نیست“

(فتاویٰ عزیزہ ص ۴۱)

کسی بزرگ کے فاتحہ کے لئے ان کے روحوں کو ثواب پہنچانے کے لئے دودھ اور مالیدہ پکایا جائے تو جائز ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔

حاجی امداد اللہؒ کا فتویٰ

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ (جو مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کے مرشد ہیں) فرماتے ہیں۔

دوسرا مسئلہ فاتحہ مروجہ کا

اس میں وہی گفتگو ہے جو ”مسئلہ مولود“ (محفل میلاد) میں مذکور

ہوئی جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ نفس ایصالِ ثواب ارواحِ اموات میں کسی کو کلام نہیں، اس میں بھی تخصیص و تعیین کو موقوف علیہ ثواب کا سمجھے (یعنی کھانا سامنے رکھنے سے ثواب ہو گا ورنہ نہیں ہوگا) یا واجب و فرض اعتقاد کرے تو ممنوع ہے۔ اور اگر یہ اعتقاد نہیں بلکہ کوئی مقصد باعث تقید بیت کذائیہ (عام رواج کے مطابق اہتمام کرنا) ہے تو کچھ حرج نہیں۔ جیسا مصلحت نماز میں سورہ اخلاص کو معین کرنے کو فقہاء محققین نے جائز رکھا کہ سلف میں تو عادت تھی۔ کہ مثلاً کھانا پکا کر مسکین کو کھلا دیا اور دل سے ایصالِ ثواب کی نیت کر لی۔ متاخرین میں کسی کو خیال ہوا کہ جیسے نماز میں نیت ہر چند دل سے کافی ہے۔ مگر موافقت قلب و لسان (دل اور زبان) کے لئے عوام کو زبان سے کہنا بھی مستحسن ہے۔ اسی طرح اگر یہاں زبان سے کہہ لیا جائے ”یا اللہ اس کھانے کا ثواب فلاں شخص کو پہنچے“ تو بہتر ہے۔ پھر کسی کو خیال ہوا کہ اس کے لفظ کا مشارالیه اگر روبرو موجود ہو تو زیادہ احتضارِ قلب (دل کا حاضر ہونا) ہو۔ کھانا روبرو لانے لگے۔ کسی کو یہ خیال ہوا کہ یہ ایک دعا ہے۔ اس کے ساتھ اگر کچھ کلام الہی بھی پڑھا جائے تو قبولیت دعا کی بھی امید ہے۔ اور اس کلام کا ثواب بھی پہنچ جائے گا۔ کہ

”جمع بین العباد میں ہے

ع ”چہ خوش بود کہ بر آید بیک کرشمہ دو کار“

قرآن شریف کی بعض سورتیں بھی لفظوں میں مختصر اور ثواب میں بہت زیادہ ہیں پڑھی جانے لگیں۔ کسی نے خیال کیا، کھانا جو مسکین کو دیا جائے گا۔ اس کے ساتھ پانی دینا بھی مستحسن ہے۔ پانی پلانا بڑا ثواب ہے اس نے پانی کو بھی کھانے کے ساتھ رکھ لیا پس یہ بیت کذائیہ حاصل ہو گئی۔

(یعنی ایک خاص طریقہ ختم اور دعا کا مروجہ ہو گیا۔ لیکن ہر کام میں ثواب ہے نہ کہ گناہ۔ بلکہ مستحب، کیونکہ حاجی صاحب جا بجا لفظ مستحسن استعمال فرما رہے ہیں۔ جس کام کو علماء و صلحاء اچھا سمجھیں، وہ مستحب ہوتا ہے تعین تاریخ کے متعلق فرماتے ہیں :

”یہ بات تجربہ سے معلوم ہوتی ہے۔ کہ جو امر کسی خاص وقت میں معمول ہو اس وقت وہ یاد آجاتا ہے۔ اور ضرور ہو رہتا ہے، اور نہیں تو سالہا سال گزر جاتے ہیں۔ کبھی خیال بھی نہیں ہوتا اس قسم کی مصلحتیں ہر امر میں ہیں۔“

(فیصلہ ہفت مسئلہ، کلیات امدادیہ صفحہ ۸۱)

حاجی امداد اللہ صاحب نے مسئلہ کا مکمل حل پیش کر دیا کہ معین تاریخ کو ایصالِ ثواب کا اہتمام کرنا، قرآن پاک پڑھ کر، سامنے کھانا اور پانی رکھ کر اور چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھ کر دعا کرنا مستحب ہے۔ ہاں البتہ ان چیزوں کو فرض اور واجب نہ سمجھے، اور یہ بھی نہ سمجھے کہ اس صورت کے بغیر ثواب نہیں پہنچے گا۔ بفضلہ تعالیٰ علمائے اہلسنت اور عوام اہلسنت کا یہی عقیدہ و طریقہ ہے

جمعرات کا ختم:

اگرچہ ایصالِ ثواب کا کوئی دن مقرر نہیں، لیکن بعض دنوں کی بعض وجوہ سے افضلیت ثابت ہے اس لئے سلف صالحین نے ایصالِ ثواب کی محافل میں جن چیزوں کا لحاظ کیا ہے، وہ بلا دلیل نہیں بلکہ احادیث مبارکہ سے ہی وجوہ

تلاش کی ہیں۔

”عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ یفتح ابواب الجنۃ یوم الاثنین و یوم الخمیس فیغفر لكل عبد لا یشرك بالله شیئا الا رجل كانت بینہ و بین اخیہ شحناء و فیقال انظروا ہذین حتی یصطلحا“

(رواہ مسلم باب الحب فی اللہ و من اللہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پیر کے دن اور جمعرات کے دن جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہ ٹھہرانے والے ہر شخص کی بخشش کی جاتی ہے سوائے اس شخص کے جس کے درمیان اور اس کے (دوسرے مسلمان) بھائی کے درمیان عداوت پائی جاتی ہو، پس (اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں کو کہا جاتا ہے) ان کو مہلت دے دو یہاں تک کہ یہ صلح کر لیں۔

”وعن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ یعرض اعمال الناس فی کل جمعة مرتین یوم الاثنین و یوم الخمیس فیغفر لكل عبد مومن الا عبد بینہ و بین اخیہ شحناء فیقال اترکوا ہذین حتی یفیئنا“

(رواہ مسلم و مشکوٰۃ باب الحب فی اللہ و من اللہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگوں کے اعمال ہر ہفتہ میں دو دن پیش کئے جاتے ہیں۔ ہر مومن بندے کے مغفرت کی جاتی ہے۔ سوائے اس کے ایک شخص اور اس کے دوسرے مومن بھائی کے درمیان عداوت پائی جاتی ہو، پس کہا جاتا ہے۔ ان دونوں کو چھوڑ دو یہاں تک کہ یہ (عداوت سے) رجوع کر لیں۔

”قال القاضی قال الباجی معنی فتحها کثرة الصفح والغفران و رفع المنازل و اعطاء الثواب الجزیل قال القاضی و یحتمل ان یکون

علی ظاہرہ وان فتح ابوابها علامة لذلك

(نوی شرح مسلم ج ۲، ص ۳۲۵)

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ باجی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا کہ جنت کے دروازوں کے کھلنے کا یہ مطلب ہے کہ ان دونوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کثیر معافی عطا کی جاتی ہے۔ اور کثیر بخشش کی جاتی ہے، اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے مراتب بلند فرماتا ہے۔ اور کثیر ثواب عطا فرماتا ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ اس کو ظاہر پر رکھنا بھی درست ہے۔ کہ جنت کے دروازے فی الواقع کھول دیئے جاتے ہیں، البتہ ان کو کھولنے کی وجہ یہی ہوتی ہے۔ کہ پتہ چل جائے کہ آج اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں ہے۔ اپنے بندوں کو عفو اور مغفرت کثیر طور پر عطا فرما رہا ہے۔ ان کے مراتب بلند کر رہا ہے۔ انہیں عظیم ثواب سے نواز رہا ہے۔

” وفي رواية الحكيم عن والد عبد العزيز ولفظه ” تعرض الاعمال يوم الاثنين والخميس على الله تعالى وتعرض على الانبياء وعلى الآباء والامهات يوم الجمعة فيفرحون بحسناتهم وتزداد وجوههم بياضا واشراقا فاتقوا الله ولا تؤذوا موتاكم“

(مرقاۃ ج.....، ص ۲۶۵)

ایک روایت میں یہ ہے کہ بندوں کے اعمال پیر کے دن اور جمعرات کے دن اللہ تعالیٰ کے دربار میں پیش کئے جاتے، اور انبیاء کرام اور لوگوں کے آباؤ اہمات، باپ، دادا، نانی، دادی وغیرہ اوپر تک آباؤ اجداد پر جمعہ کے دن پیش کئے جاتے ہیں۔ یہ بزرگ ان کے اچھے اعمال سے خوش ہوتے ہیں۔ ان کے چہرے خوشی کی وجہ سے زیادہ سفید اور روشن ہو جاتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ

سے ڈرو اور فوت شدہ اپنے آباؤ اجداد کو ایذا نہ پہنچاؤ۔

ان احادیث سے واضح ہوا۔ کہ جمعرات کا دن اور پیر کا دن مبارک ہے، اس میں لوگوں کے اعمال اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرماتا ہے۔ اپنی رحمت کی وجہ سے جنت کے دروازے کھول دیتا ہے، اسی وجہ سے بزرگان دین نے جمعرات کو ایصالِ ثواب کا اہتمام کرنا خاص کیا ہے کہ قرآن پاک پڑھنے والوں کا عمل بھی مقبولیت میں پہنچ جائے اور جس میت کے لئے دعا کی جا رہی ہے۔ اس کے لئے دعا کی قبولیت کو بھی شرف حاصل ہو جائے۔

خاص کر کے جمعرات کو غروب آفتاب سے پہلے قرآن پاک پڑھنے کا اہتمام ہو اور غروب آفتاب کے بعد دعا کی جائے تو جمعہ کی فضیلت بھی ساتھ ہی حاصل ہو جائے گی۔ اس طرح یہ دعا کا عمل انبیائے کرام کے حضور بھی پہنچے گا اور ان لوگوں کے آباؤ اجداد کے پاس بھی۔ اب لوگوں کی مرضی کی بات ہے کہ وہ دعائے مغفرت کا اہتمام کر کے اپنے آباؤ اجداد کو خوش کرنا چاہتے ہیں یا کہ ایصالِ ثواب کا کوئی فائدہ نہیں۔ کہہ کر انہیں مایوس کرنا چاہتے ہیں۔

” عن كعب ابن مالك ان النبي ﷺ خرج يوم الخميس في غزوة تبوك و كان تحب ان يخرج يوم الخميس “

(رواه البخاری، مشکوٰۃ باب آداب السفر)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ پیشک نبی کریم ﷺ غزوہ تبوک میں جمعرات کے دن (گھر سے) نکلے، آپ جمعرات کو ہی نکلنا پسند فرماتے تھے۔

نبی کریم ﷺ غزوات وغیرہ کے لئے جمعرات کو جانا کیوں پسند فرماتے تھے۔ اس کی چند وجوہ ہیں۔

” احدھا انه یوم مبارک یرفع فیہ اعمال العباد الی اللہ وقد کانت سفراته لله وفي الله والی الله فاحب ان یرفع له فیہ عمل صالح “
(مرقاة ج ۷، ص ۳۲۶)

ایک وجہ یہ ہے کہ یہ برکت والا دن ہے، اس میں بندوں کے اعمال اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوتے ہیں، چونکہ نبی کریم ﷺ کے سفر بھی اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے کی وجہ سے اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی وجہ سے ہوتے تھے، اس لئے آپ پسند فرماتے تھے، کہ یہ میرا سفر جو اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر ہے، آج ہی اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہو جائے۔

” عن عائشة قالت کان رسول الله ﷺ یصوم الاثنین والخمیس “

(رواه الترمذی والنسائی، مشکوة باب صیام التطوع)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ پیر اور جمعرات کو روزہ رکھتے تھے۔

” وعن ابی ہریرة قال قال رسول الله ﷺ تعرض الاعمال یوم الاثنین والخمیس فاحب ان یعرض عمل وانا صائم “
(رواه الترمذی، مشکوة باب صیام التطوع)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پیر اور جمعرات کو (اللہ تعالیٰ کے حضور لوگوں کے) اعمال پیش ہوتے ہیں۔ پس میں پسند کرتا ہوں کہ میرے اعمال پیش ہوں تو میں روزہ دار ہوں۔

ان احادیث سے واضح ہوا کہ جمعرات برکت والا دن ہے، رسول اللہ ﷺ نے اس دن نیک اعمال کرنے کو پسند فرمایا ہے، اس لئے ایصالِ ثواب کی محافل اس دن قائم کرنا یقیناً فضیلت کا سبب ہیں۔

”عن عبد الله بن عمرو قال قال رسول الله ﷺ ما من مسلم يموت يوم الجمعة وليلة الجمعة الا وقاه الله فتنة القبر“

(رواه احمد والترمذی، مشکوٰۃ باب الجمعة)

حضرت عبد اللہ بن عمرو سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی مسلمان بھی جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات کو فوت ہو جائے، تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور قبر کے فتنہ سے بچالیتا ہے۔ فتنہ قبر سے مراد عذابِ قبر اور قبر میں ہونے والے سوالات ہیں۔ یعنی وہ قبر کے عذاب سے محفوظ ہو جاتا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا مسلمانوں پر عظیم فضل ہوتا ہے۔

”وهذا يدل على ان شرف الزمان له تاثير عظيم كما ان فضل المكان له اثر جسيم“

(مرقاۃ ج ۳، ص ۲۴۲)

یہ حدیث پاک اس پر دلالت کر رہی ہے کہ زمانہ کی شرافت کی دعا کی قبولیت میں عظیم اثر حاصل ہے، جیسا کہ مکان کی فضیلت کو بہت زیادہ اثر حاصل ہے۔

تنبیہ :-

”قال القرطبي هذه الاحاديث ای التي تدل على نفی سوال القبر لاتعارض احاديث السؤال السابقة ای لا تعارضها بل تخصها وتبين من لايسئل في قبره ولا يفتنه فيه مايجرى عليه السؤال“

(مرقاۃ ج ۳، ص ۲۴۲)

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جو احادیث سوالِ قبر کی نفی پر دلالت کر رہی ہیں ان میں اور وہ احادیث جو پہلے مذکور ہو چکی ہیں۔ جن میں قبر کے سوال کا ذکر ہے ان میں کوئی تعارض نہیں، بلکہ پہلی احادیث میں یہ ذکر ہے کہ قبر میں سوال ہوں گے۔ ان میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جمعہ کو فوت ہونے والے قبر کے سوال سے محفوظ ہوں گے اور اگر کسی سے سوال ہوا بھی تو وہ سختی اور عذاب سے محفوظ رہے گا۔

فائدہ:-

ابھی تک جن احادیث کو ذکر کیا ہے ان سے واضح ہوا، کہ جمعرات، جمعہ اور پیر کو دوسرے دنوں میں سے خصوصی فضیلت حاصل ہے، ان میں کئے ہوئے عمل کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شرف قبولیت حاصل ہوتا ہے، اسی وجہ سے اہل علم بزرگانِ دین نے ان دنوں میں ایصالِ ثواب کی محافل کو منعقد کرنے کا اہتمام کیا ہے۔

سوئم (تیجہ)

تیسرے دن عام طور ایصالِ ثواب کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ جسے سوئم یا تیجہ یا قیل کا ختم کہہ لیا جاتا ہے۔ قرآن پاک پڑھا جاتا ہے۔ کلمہ شریف، درود شریف اور سورۃ اخلاص پڑھے جاتے ہیں۔ یہ تمام امور مستحسن ہیں۔ ایصالِ ثواب کے طریقوں میں سے یہ بھی ایک طریقہ ہے۔

مگر کچھ لوگ اپنی سرشت کے مطابق اسے بھی ناجائز کہتے ہیں۔ ان

سے ہم یہ پوچھتے ہیں کہ کیا اللہ کا کلام پڑھنا ناجائز ہے؟ کیا اللہ کا نام لینا منع ہے؟ کیا اللہ کے حبیب پر درود پاک پڑھنا حرام ہے؟ جب سب میں ثواب ہے کوئی چیز ناجائز نہیں تو ناجائز کہنا کہاں کا انصاف ہے؟ کیا ایسا کہنے والے عالم ہیں، یا جاہل۔ خدار انصاف کیجئے! حق و باطل میں فرق کو سمجھیں۔

”التعزية لصاحب الميت حسن كذا في الظهيرية“

مصیبت زدہ انسان کے پاس تعزیت کے لئے جانا مستحب ہے۔ خیال رہے کہ تعزیت کا معنی صبر دلانا ہے۔ پیٹنا نہیں، آج کل پیٹنے والے جلوسوں کا نام تعزیت کے جلوس رکھ لیا گیا ہے، جنوں کا نام خرد اور خرد کا نام جنوں رکھ لیا۔ حقیقت میں صحابہ کرام کی شان میں گستاخی کی سزا رب تعالیٰ نے یہ دے رکھی ہے کہ اپنے آپ کو پیٹتے رہو۔ احمق سزا کو ثواب سمجھ بیٹھے۔

”و وقتها من حين يموت الى ثلاثة ايام ويكره بعدها الا يكون المعزى او المعزى اليه غائبا فلا بأس بها وهي بعد الدفن اولى منها قبله وهذا اذا لم ير منهم جزع شديد فان رؤى ذلك قدمت التعزية“

تعزیت کا وقت وفات سے لے کر تین دنوں تک ہے، اس کے بعد مکروہ ہے، ہاں البتہ تعزیت کرنے والا یا جس کے پاس تعزیت کرنی ہے وہ موجود نہ ہو تو جب بھی ملاقات ہو تعزیت کر لی جائے، اس میں کوئی حرج نہیں۔ دفن کے بعد تعزیت زیادہ بہتر ہے، ہاں اگر لوگ زیادہ جزع فزع کر رہے ہو، تو دفن سے پہلے بھی تعزیت کی جاسکتی ہے۔

”ويستحب ان يعم بالتعزية جميع اقارب الميت الكبار والصغار والرجال والنساء الا ان يكون امرأة شابة فلا يعزىها الا محارمها“

مستحب یہ ہے کہ میت کے تمام اقارب کے پاس تعزیت کرے خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے، مرد ہوں یا عورتیں البتہ جو ان عورت کے پاس صرف اس کے محرم مرد ہی تعزیت کریں۔

”ویستحب ان یقال مصاحب التعزیه غفر اللہ تعالیٰ لمیتک وتجاوز عنه وتغمدہ برحمة ورزقک الصبر علی مصیبة وآجرک علی موتہ“

جو شخص تعزیت کے لئے جائے اس کے لئے مستحب یہ ہے۔ کہ وہ یہ کہے! اللہ تمہارے میت کی مغفرت کرے اور اس کے گناہ معاف فرمائے اور اس کو اپنی رحمت سے ڈھانپ لے اور جو تمہیں مصیبت پہنچی ہے۔ اس پر تمہیں صبر عطا فرمائے، اور اس کی موت پر صبر کرنے کی وجہ سے تمہیں اجر عطا فرمائے۔

”ولا بأس لاهل المصیبة ان یجلسوا فی البیت اوفی المسجد ثلاثة ایام والناس یأتونہم یعزیهم“

مصیبت زدہ لوگوں کے لئے کوئی حرج نہیں، کہ وہ گھر میں تین دنوں تک بیٹھیں یا مسجد میں بیٹھیں اور لوگ ان کے پاس آکر تعزیت کریں۔

”واما النوح العالی فلا یجوز والبكاء مع رقة القلب لا بأس بہ“

بلند آواز سے رونا چلانا، واویلا کرنا جائز نہیں، البتہ رقت قلب (دل کی نرمی) کی وجہ سے آہستہ آواز میں رونا، آنسو بہانا جائز ہے۔

”واما تسوید الخدود والایدی وشق الجیوب وخذش الوجوه ونشر الشعور ونثر التراب علی الرؤس والضرب علی الفخذ والصدر وایقاد النار علی القبور فمن رسوم الجاہلیة“

رخساروں کو سیاہ کرنا، ہاتھوں کا سیاہ کرنا، گریبان پھاڑنا اور چہرہ نوچنا
بال بکھیرنا۔ سر پر مٹی ڈالنا، ران اور سینہ پر ہاتھ مارنا، قبروں پر آگ جلانا یہ
سب جاہلانہ رسمیں ہیں۔

(از فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۱۶۷)

خیال رہے کہ بعض دیہاتوں میں موزی جانور (بجو) کے قبر
کو کھودنے کے خوف کی وجہ سے قبروں پر دھواں دکھایا (سلگھایا) جاتا ہے، وہ
بوجہ عذر کے ہے۔ وہ جائز ہے۔

”عن عبد الله بن مسعود قال قال رسول الله ﷺ ليس منا من
ضرب الخدود وشق الجيوب ودعا بدعوى الجاهلية“

(بخاری، مسلم، مشکوٰۃ باب البكاء علی المیت)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ
نے فرمایا وہ شخص ہم سے نہیں جس نے رخساروں پر مارا اور گریبان پھاڑا اور
زمانہ جاہلیت کی طرح واویلا کیا۔

مذکورہ بالا بحث سے واضح ہوا:

☆ تین دن تک میت والے مسجد میں یا گھر جمع ہوں۔ لوگ ان کے پاس
تعزیت کے لئے جائیں، ان کے لئے صبر کی دعا کریں۔ اور میت کے لئے
مغفرت کی دعا کریں۔ واویلا نہ کریں، زور زور سے نہ چلائیں، پیشیں نہیں،
ورنہ نبی کریم ﷺ کی امت اور آپ کے دین سے نکل جائیں گے۔

سلف صالحین، بزرگان دین، علماء دین متین نے جب یہ دیکھا کہ

تعزیت کے لئے لوگ تیسرے دن کو تعزیت کا آخری دن سمجھ کر جمع ہوتے ہیں، لیکن وہ میت کے اقرباء کو تسلی دینے اور صبر کی تلقین کرنے کے بجائے خود بھی رونے چلانے میں شریک ہو جاتے ہیں۔ یہ طریقہ درست نہیں، تو اس کی جگہ یہ بہتر ہے کہ لوگ قرآن پاک پڑھیں، اللہ کا ذکر کریں، کلمہ شریف پڑھیں؛ تاکہ پڑھنے والوں کو ثواب ہو اور میت کو بھی فائدہ ہو۔ لوگ رونے، پیٹنے سے بچ جائیں۔ لوگوں کی غیبت کرنے، جھوٹ بولنے سے بچ جائیں۔ لہذا ”سوم“ یعنی تیسرے دن نیک محافل کا انعقاد کیا گیا جو یقیناً باعثِ ثواب۔ باعثِ نزولِ رحمت اور سکونِ قلب کا ذریعہ ہے۔

فائدہ:

اس بحث سے چہارم یعنی چوتھے دن کے ختم کا بھی پتہ چل گیا۔ کیونکہ میت والوں کے سوگ کے دن ختم ہو چکے ہوتے ہیں وہ قرآن خوانی کی محافل قائم کرتے ہیں، صدقہ و خیرات کرتے ہیں۔

کوئی مجھے سمجھائے تو سہی! کہ صدقہ و خیرات کرنا حرام ہے یا قرآن پاک پڑھنا حرام ہے۔ کیا کلمہ شریف پڑھنا حرام ہے؟ یا اللہ کا نام لینا حرام ہے۔ کیا درود پاک پڑھنا حرام یا حضور ﷺ کی نعت خوانی حرام ہے ان کاموں سے جب کوئی ”مکروہ تنزیہی“ بھی نہیں۔ تو ”حرام“ کہنا کہاں درست ہوگا۔ جب سب کام باعثِ ثواب ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے نزول کا سبب ہیں۔ تو یقیناً جائز ہیں۔

شاہ ولی اللہ کا سوئم

”روز سوئم کثرت ہجوم آل قدر بود کہ بیرون از حساب است ہشاد
ویک کلام اللہ بہ شمار آمدہ و زیادہ ہم شدہ باشد و کلمہ را حصر نیست“

(ملفوظات شاہ عبدالعزیز ۸۰)

تیسرے دن لوگوں کا اتنا ہجوم تھا جو شمار سے باہر تھا اکا سی قرآن پاک
ختم ہونے کا حساب لگایا گیا تھا، ہو سکتا ہے اس سے بھی زیادہ پڑھے گئے ہوں۔
کلمہ شریف کا تو حساب ہی نہیں کہ کتنا پڑھا گیا تھا۔

چہلم (چالیسواں)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی؛ وواعدنا موسیٰ اربعین لیلۃ
ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) سے چالیس راتوں کا وعدہ کیا۔

موسیٰ علیہ السلام کو چالیس دنوں کے بعد تورات عطا کی گئی۔ کہ آپ
چالیس دن دنیا والوں سے الگ تھلگ ہو کر اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول رہیں۔
تاکہ اس کے ذکر سے آپ کے قلب و روح کو ایک خاص قسم کی قوت حاصل
ہو جائے جو اس عظیم بوجھ کو اٹھانے کے قابل ہو جائے۔

”ان للاربعین خصوصية اختصاص الكلام للانبیاء كما ان لها
اختصاصا في ظهور ينبوع الحكمة من قلوب الاولیاء كقوله علیہ السلام من
اخلص لله اربعین صباحا ظهرت ينبوع الحكمة من قلبه علی لسانه“

(روح البیان)

بے شک چالیس کو ایک خصوصیت حاصل ہے، اسی وجہ سے انبیاء کرام کو چالیس سال کی عمر میں نبوت کے اعلان کا حکم دیا جاتا رہا، ان سے رب تعالیٰ کا کلام بذریعہ وحی اسی عمر میں ہوا۔

پھر اولیائے عظام کا بھی یہی معمول ہے کہ وہ چلہ کشی کرتے ہیں۔ یعنی چالیس روز تک دنیا سے علیحدہ ہو کر فقط رب تعالیٰ کی یاد میں مشغول ہوتے ہیں تو ان کے دلوں پر حکمت کے چشمے پھوٹ پڑتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ ”جو شخص چالیس صبح خلوص سے اللہ تعالیٰ کی یاد کرتا ہے اس کے دل سے اس کی زبان پر حکمت کے چشمے نمودار ہو جاتے ہیں“

اس سے واضح ہوا کہ عام معمول کے مطابق میت کے لئے چالیس دن تک قرآن خوانی، درود پاک اور کلمہ شریف پڑھنے کا سلسلہ جاری رہتا ہے، پھر اجتماعی دعا ہوتی ہے۔ صدقہ و خیرات کیا جاتا ہے جو یقیناً دعا کی مقبولیت کا سبب بنتا ہے۔ پڑھنے والوں کے مدارج بھی بلند ہوتے ہیں اور میت کے اعمال میں بھی ترقی ہوتی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کردہ ایک طویل حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی کریم ﷺ کو ابتدائی طور پر خواب کی صورت میں وحی فرمائی جاتی، اس کے بعد یہ ذکر ہے۔

”ثم حُب اليه الخلاء و كان يخلو بغار حرا فيتحنث فيه وهو التعب الليلي ذوات العدد“

(مشکوٰۃ باب المبعث و بدء الوحی)

پھر جب آپ کو علیحدہ رہنا پسند ہوا، آپ غار حرا میں جا کر الگ تھلگ ہو کر کئی کئی راتیں عبادت کرتے۔

اس کے ماتحت علامہ قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

”وہی شہر فی کل سنة و ذالک الشہر کان رمضان“

یعنی ہر سال میں ایک مہینہ رمضان کا آپ غار حرا میں علیحدہ ہو کر عبادت کرتے تھے۔

”اقول و یمکن ان تكون المدة اربعین قیاسا علی میقات موسیٰ علیہ السلام“

علامہ قاری رحمۃ اللہ علیہ اپنا مختار بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ آپ ﷺ نے چالیس دن علیحدہ ہو کر عبادت کی ہو۔ جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے چالیس دن لوگوں سے علیحدہ ہو کر عبادت کی تھی تو آپ کو تورات عطا فرمائی گئی تھی۔

”ولما فیہا من الخواص والاسرار الی تظہر آثارہا وانوارہا علی الصوفیۃ الابرار مع ما فیہا من مطابقتہ الاربعینات فی الاطوار وقد قال ﷺ من اخلص لله اربعین صباحا ظہرت ینابیع الحکمۃ من قلبہ علی لسانہ هذا“

”چالیس“ میں جو خصوصیات اور اسرار پائے جاتے ہیں ان کے آثار اور انوار اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر یعنی صوفیائے کرام پر ہی ظاہر ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے وہ بعض اوقات چلہ کاٹتے ہیں یعنی چالیس دن عام لوگوں سے دور رہ کر الگ تھلگ ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص چالیس صبح خلوص سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے اس کے دل سے اس کی زبان پر حکمت کے چشمے نمودار ہو جاتے ہیں۔

(مرقاۃ ج ۱۰۷)

”ومن حفظ علی امتی اربعین حدیثا بعثہ اللہ فقیہا“

(مرقاۃ ج ۷ ص ۱۹۳)

جو شخص میری امت پر چالیس حدیثیں یاد کر لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو فقیہ کے درجہ میں اٹھائے گا۔

اسی وجہ سے کئی بزرگ علمائے کرام نے چالیس چالیس حدیثوں پر مشتمل کتابیں تصنیف کی ہیں جن کے نام ہی اربعین رکھے گئے ہیں۔ جن میں اربعین نووی سب سے زیادہ مشہور ہے۔

”ان تعداد الاربعین تاثیرا بلیغا فی صرفها الی الطاعة او المعصية“

(مرقاۃ ج ۷ ص ۱۹۳)

بے شک چالیس کو بہت زیادہ تاثیر حاصل ہے نیکیوں میں بھی اور گناہوں میں بھی۔

یعنی چالیس صبح خلوص سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے سے حکمت کے چشمے جاری ہوتے ہیں اور شراب پینے سے چالیس دنوں کی نمازیں اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرمی ہے۔

”من شرب الخمر لم یقبل اللہ له صلوة اربعین صباحا“

جو شخص شراب پیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی چالیس دنوں کی نمازیں قبول

نہیں فرماتا۔ اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ چالیس دنوں کو خصوصی تاثیر حاصل ہے۔ لہذا چالیس دن میت کے ایصالِ ثواب کا اہتمام کرتے رہنا اور چالیسویں دن اجتماعی دعا کرنے میں خصوصی قبولیت کے واضح آثار نظر آتے ہیں۔

ایصالِ ثواب کی محافل میں نیک لوگوں کی شرکت

عام طور پر سوئم اور چہلم کی ایصالِ ثواب کی محافل میں دینی مدارس کے طلباء و مشائخ کو بلایا جاتا ہے؛ کیونکہ نیک لوگوں کی شرکت سے دعا میں قبولیت ہوتی ہے۔ اور دینی مدارس کے طلباء صدقہ و خیرات کے زیادہ مستحق ہوتے ہیں۔

بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی،

”واذا سمع صياح الديكة فليسال الله من فضله فانها رأت ملكا“

جب کوئی شخص مرغ کی آواز (آذان) سنے تو اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کا سوال کرے کیونکہ اس نے فرشتہ کو دیکھا ہے۔

”قال القاضي عياض سببه رجاء تامين الملائكة على الدعاء واستغفارهم و شهادتهم بالتضرع والإقبال على الله والإخلاص“

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مرغ کی آذان پر دعا کرنے کا حکم اس لئے فرمایا کہ وہ فرشتے کو دیکھ کر آذان کہتا ہے۔ تو جب اس کی آواز سن کر دعا کی جائے گی تو فرشتے اس دعا پر آمین کہیں گے اور دعا کرنے والوں کے

نہیں فرماتا۔ اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ چالیس دنوں کو خصوصی تاثیر حاصل ہے۔ لہذا چالیس دن میت کے ایصالِ ثواب کا اہتمام کرتے رہنا اور چالیسویں دن اجتماعی دعا کرنے میں خصوصی قبولیت کے واضح آثار نظر آتے ہیں۔

ایصالِ ثواب کی محافل میں نیک لوگوں کی شرکت

عام طور پر سوئم اور چہلم کی ایصالِ ثواب کی محافل میں دینی مدارس کے طلباء و مشائخ کو بلایا جاتا ہے؛ کیونکہ نیک لوگوں کی شرکت سے دعا میں قبولیت ہوتی ہے۔ اور دینی مدارس کے طلباء صدقہ و خیرات کے زیادہ مستحق ہوتے ہیں۔

مخاری، مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی،

”واذا سمع صياح الديكة فليسال الله من فضله فانها رأت ملكا“

جب کوئی شخص مرغ کی آواز (آذان) سنے تو اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کا سوال کرے کیونکہ اس نے فرشتہ کو دیکھا ہے۔

”قال القاضي عياض سببه رجاء تامين الملائكة على الدعاء واستغفارهم و شهادتهم بالتضرع والإقبال على الله والإخلاص“

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مرغ کی آذان پر دعا کرنے کا حکم اس لئے فرمایا کہ وہ فرشتے کو دیکھ کر آذان کہتا ہے۔ تو جب اس کی آواز سن کر دعا کی جائے گی تو فرشتے اس دعا پر آمین کہیں گے اور دعا کرنے والوں کے

لئے مغفرت طلب کریں گے اور ان کی عاجزی اور ان کے خلوص اور اللہ تعالیٰ کی طرف ان کے متوجہ ہونے کی گواہی دیں گے۔

”وفیہ استحباب الدعاء عند حضور الصالحین والتبرک بہم“
 نیک لوگوں کی موجودگی میں دعا کرنا مستحب ہے اور نیک لوگوں کے آنے اور ان کے موجود ہونے سے برکت حاصل کرنا مستحب ہے۔
 یعنی نیک لوگوں کی موجودگی کو غنیمت سمجھا جائے اور اپنی دعاؤں کی قبولیت کا ذریعہ سمجھا جائے۔

(مرقاۃ ج ۸، ص ۲۳۳)

دینی طلبائے کرام کا استحقاق

مدارس عربیہ دینیہ کے طلبائے کرام ”ابن السبیل“ کے زمرہ میں تمام کے تمام ہی آتے ہیں۔ اس لئے ان کا استحقاق واضح ہے۔ یقیناً انہیں کھانا کھلانا اور مالی معاونت کرنا، اجر عظیم کا سبب ہے۔ اور میت کو بھی عظیم ثواب پہنچتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے!

”للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ لا یستطیعون ضرباً فی الارض یحسبہم الجاہل اغنیاء من التعفف، تعرفہم بسیمامہم لا یسئلون الناس الحافا، وما تنفقوا من خیر فان اللہ بہ علیم“

(صدقات) ان فقیروں کے لئے جو راہ خدا میں روکے گئے۔ زمین میں چل نہیں سکتے۔ ناداں انہیں غنی سمجھے (سوال سے) بچنے کے سبب تو انہیں

ان کی ضرورت سے پہچان لے گا۔ وہ لوگوں سے گڑگڑا کر (چمٹ کر) سوال نہیں کرتے، اور تم جو خیرات کرو اللہ اسے جانتا ہے۔

یہ آیت کریمہ اصحابِ صفہ کے حق میں نازل ہوئی، جن کی تعداد چار سو تھی۔ یہ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ میں حاضر ہوئے تھے، یہ عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ اور قرآن پاک کی تعلیم حاصل کرنے میں اور نبی کریم ﷺ کے ارشادات کو حاصل کرنے میں تمام وقت صرف کر دیتے تھے۔ اس لئے وہ کسبِ معاش کے لئے وقت نہیں نکال سکتے تھے۔ لیکن پھر بھی کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتے تھے۔ کسی سے چمٹ کر سوال نہیں کرتے۔ اسی لئے لوگ ان کو غنی سمجھتے تھے۔ لیکن رب تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ اپنی صورتوں سے پہچانے جاسکتے ہیں۔ کہ وہ غریب، نادار ہیں۔ صدقہ و خیرات کے مستحق ہیں۔ اگر تم ان پر مال خرچ کرو گے تو رب تعالیٰ تمہیں جزاء خیر عطا فرمائے گا۔

بفضلہ تعالیٰ دینی مدارس کے طلباء آج بھی وہی صفات رکھتے ہیں

جو میرے حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مدرسہ کے طلباء یعنی اصحابِ صفہ رکھتے تھے۔ طلبائے کرام مسافر غریب الوطن ہونے کے باوجود خود دار نظر آئیں گے۔ یہی حال اکثر علمائے کرام کا ہے۔ الا ماشاء اللہ سب سے کم تنخواہ لینے والا طبقہ آپ کو علمائے کرام کا ہی نظر آئے گا۔ لیکن شہروانی اور قراقلی ٹوپی زیب تن کر کے جب وہ نکلتے ہیں۔ تو لوگ ان کو بڑا امیر سمجھتے ہیں، اندر کا حال وہی جانتے ہیں کہ کس طرح صابر و شاکر رہ کر وہ اپنا بھرم قائم رکھے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اکثر ”لا یسئلون الناس الحافا“ (وہ چمٹ کر سوال نہیں کرتے) کی عملی تصویر نظر آئیں گے۔

علم دین کے طلبائے کرام کی شان!

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے!

” ان الملائكة لتضع اجنحتها رضا لطالب العلم وان العالم يستغفر له من في السماوات والارض والحيتان في جوف الماء“
(مشکوٰۃ کتاب العلم)

بے شک فرشتے طالب عالم کی رضا کی خاطر اپنے پر (اس کے قدموں کے نیچے) ہنچھاتے ہیں اور بے شک عالم کے لئے زمین و آسمان کی تمام مخلوق مغفرت کی دعا کرتی ہے اور مچھلیاں بھی پانی کے اندر عالم دین کے لئے دعا کرتی ہیں۔

” عن الحسن مرسلا قال قال رسول الله ﷺ من جاءه الموت وهو يطلب العلم ليحي به الاسلام فينبه وبين النبيين درجة واحدة في الجنة“

(رواه الدارمی ، مشکوٰۃ کتاب العلم)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ مرسل حدیث (درمیان میں راوی صحابی کا ذکر نہیں) بیان فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اہیاء (دین اسلام کو زندہ رکھنے) کے لئے علم حاصل کرتے ہوئے فوت ہو جائے اسے جنت میں انبیائے کرام کا قرب حاصل ہوگا۔

” عن انس قال قال رسول الله ﷺ من خرج في طلب العلم فهو في سبيل الله حتى يرجع“

(رواه الترمذی والدارمی ، مشکوٰۃ کتاب العلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص علم کی طلب کے لئے نکلتا ہے وہ واپس لوٹنے تک اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہوتا ہے۔ یعنی جس طرح مجاہد اپنے گھر لوٹنے تک اللہ کی راہ میں ہوتا ہے۔ اسی طرح دین حاصل کرنے والا طالب علم بھی احیائے دین کے لئے اور شیطان کو ذلیل کرنے کے لئے مجاہد کا درجہ ہی رکھتا ہے۔ اور مجاہد کی طرح ہی مشقت برداشت کرتا ہے۔ اس لئے اس کا سونا، جاگنا، چلنا، پھرنا اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہی شمار ہوتا ہے۔

میرے خیال میں تو طلبائے کرام کا گھر میں آجانا ہی برکت کا سبب ہے۔ ان کا دعا کرنا اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے نزول کا ذریعہ بنتا ہے۔ ایسی پاکیزہ مخلوق کی پاکیزہ زبانوں سے جب قرآن پاک کی کچھ آیات مبارکہ بھی پڑھی جائیں۔ تو میت کے لئے عظیم راحت کا سبب بنے گا۔

طلبائے کرام کے قیمتی وقت کا خیال کرتے ہوئے انہیں زیادہ دیر تک نہ بٹھایا جائے۔ وہ جتنا خوشی سے پڑھیں، اسے غنیمت سمجھا جائے۔ اور انہیں جلدی سے فارغ کر دیا جائے، میں تو صرف طلبائے کرام کے گھر آنے کو ہی باعث برکت سمجھتا ہوں۔

وجہ اختلاف

کئی لوگ قرآن خوانی، طلباء کو کھانا کھلانا، سوم، چہارم، چہلم کو جائز مانتے ہیں اور کئی لوگ ناجائز کہتے ہیں اس میں وجہ اختلاف کیا ہے؟

در اصل بات یہ ہے کہ کچھ حضرات یہ کہتے ہیں رب تعالیٰ دعا قبول کرتا ہے دعا کرنے کو پسند فرماتا ہے۔ دعا نہ کرنے کو ناپسند کرتا ہے، اس لئے اس سے زیادہ سے زیادہ مانگو۔ ہاتھ اٹھا کر اس طرح مانگو کہ پتہ چلے مانگنے والا اپنے عجز کا اظہار کر رہا ہے۔ اور رب تعالیٰ سے ہاتھ پھیلا کر مانگتے ہوئے یہ اقرار کر رہا ہے کہ اے اللہ ہر چیز کا تو ہی مالک ہے۔ میں تو سائل ہوں، تیری رحمت کا امیدوار ہوں تجھی سے مانگتا ہوں۔

جواز کا قول کرنے والے حضرات اپنا موقف ثابت کرنے کے لئے یہ دلائل پیش کرتے ہیں۔

” عن سلیمان قال قال رسول الله ﷺ ان ربكم حي كريم يستحي من عبده اذا رفع يديه اليه ان يردهما صفرا“

(ترمذی، ابو داؤد، بیہقی، مشکوٰۃ کتاب الدعوات)

حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بیشک تمہارا رب حیا والا ہے۔ (وہ حیا جو اس کی شان کے لائق ہے) کریم ہے اللہ کا بندہ جب اس کی طرف ہاتھ اٹھاتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے حیا فرماتا ہے، کہ اس کے ہاتھوں کو خالی لوٹا دے۔

” حكمة الرفع الى السماء انها قبلته ومهبط الرزق والوحي الرحمة والبركة“

(مرفاة)

ہاتھ اٹھانے میں یہ حکمت ہے کہ آسمان دعاء کا قبلہ ہے۔ جس طرح نماز کا قبلہ کعبہ شریف ہے، نماز میں اس کی طرف متوجہ ہونا پڑتا ہے۔ اسی طرح دعا کرتے وقت دعاء کے قبلہ یعنی آسمانوں کی طرف ہاتھ اٹھائے،

آسمانِ رزق، وحی، رحمت اور برکت کے نزول کا مقام ہیں۔ اس لئے دعائیں اٹھا کر کی جائیں۔

”عن ابن مسعود قال قال رسول الله ﷺ سلوا الله من فضله فان الله يحب ان يسئل وافضل العباد انظار الفرج“

(ترمذی، مشکوٰۃ کتاب الدعوات)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کا سوال کرو۔ بیشک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ اس سے سوال کیا جائے افضل عبادت کثادگی کا انتظار ہے۔ (یعنی دعا سے کثادگی حاصل ہوتی ہے)۔

” (فإن الله) ای لاتصافه بانه كريم منعم وهاب معط غني مغن باسط“

(مرقاۃ)

اللہ تعالیٰ کو کیوں پسند ہے کہ اس سے سوال کیا جائے، اس لئے کہ وہ کریم ہے، انعام عطا فرمانے والا ہے۔ بخشش کرنے والا ہے، عطا کرنے والا ہے۔ غنی ہے غنی کرنے والا ہے۔ کثادہ رزق کا مالک ہے۔

”عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ من فتح له منكم باب الدعاء فتحت له ابواب الرحمة“

(ترمذی، مشکوٰۃ کتاب الدعوات)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ تم میں سے جس کے لئے دعا کا دروازہ کھولا گیا ہے، اس کے لئے رحمت کا دروازہ کھولا گیا ہے۔

(باب الدعاء) ای بان وفق لان يدعو الله كثيرا مع وجود

شرائطہ و حصول آدابہ .

(مرقاۃ)

جس کے لئے دعا کے دروازے کھولے جائیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس انسان کو توفیق عطا فرماتا ہے کہ وہ دعا کی شرائط اور آداب کو مد نظر رکھ کر دعا کرے۔

دعا کے آداب یہ ہیں کہ خشوع و خضوع سے دعا کی جائے۔ اور دعا کی شرائط یہ ہیں کہ ہاتھ اٹھا کر کی جائے۔

”عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا صلیتم فاخلصوا له الدعاء“

(مشکوٰۃ کتاب الجنائز)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میت کی نماز جنازہ پڑھ لو تو بعد میں جلدی ہی اس کے لئے دعا کرو۔

قال ابن حجر و صححہ ابن حبان اس حدیث کے متعلق ابن حجر نے فرمایا کہ اس حدیث کو ابن حبان نے صحیح قرار دیا۔

”عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ من لم یسئال اللہ یغضب علیہ“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جو شخص اللہ سے سوال نہیں کرتا اللہ اس پر ناراض ہوتا ہے۔

”لان ترک السؤال تکبر واستغفار وهذا لا یجوز لعبد والمراد بالغضب ارادة ایصال العقوبة“

(مرقاۃ)

اس لئے کہ اللہ تعالیٰ سے سوال نہ کرنا علامت تکبر ہے اور رب تعالیٰ سے مستغنی ہونا ہے۔

یہ بندے کے لئے جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ سے اپنے آپ کو بے پرواہ سمجھے، بلکہ یہ بدبختی کی علامت ہے،

یہ تو عقیدہ ان لوگوں کا ہے جو ایصالِ ثواب کو جائز سمجھتے ہیں، اور جو لوگ ناجائز سمجھتے ہیں۔ وہ یہ کہتے ہیں ایک مرتبہ دعا ہو گئی۔ اب بار بار دعا کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ان کے نزدیک رب تعالیٰ سے زیادہ مانگنا اچھا نہیں

بس یہ ہے اختلاف اپنے آپ کو رب تعالیٰ کے حضور عاجز سمجھنے والے دعا کرتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو مستغنی سمجھنے والے دعا نہیں کرتے۔

معاملہ قسمت کا!

جن لوگوں کی قسمت میں دعا قرآن خوانی اور صدقہ و خیرات کا ثواب لکھا ہوتا ہے۔ انہیں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے یہ توفیق عطا فرماتا ہے، کہ وہ اپنے آباؤ اجداد اور اقرباء کے لئے ایصالِ ثواب کی محافل کا انعقاد کرتے ہیں۔ پھر جب وہ فوت ہوتے ہیں۔ ان کے پسماندگان ان کے لئے قرآن خوانی، ذکر وغیرہ کی مجالس منعقد کرتے ہیں۔ اور صدقہ خیرات کر کے ان کو ثواب پہنچاتے ہیں۔

اور جن لوگوں کو رب تعالیٰ ثواب سے مرحوم کرنا چاہتا ہے، اور اپنی

رحمت سے دور رکھنا ہو، ان کے دلوں میں یہ بات پختہ طور پر ڈال دی جاتی ہے کہ یہ سب کام ناجائز ہیں۔ بس جو کسی کی قسمت میں ہو، وہی ملتا ہے۔

خدارا! جھگڑا نہ کیجئے!

میں اپنے اہل سنت و جماعت کے علمائے کرام اور عوام الناس کی خدمت میں مؤدبانہ گزارش کرتا ہوں، کہ اگر کوئی نماز جنازہ کے بعد دعاء نہ کرے، قرآن خوانی کی محافل سوم، چہارم اور چہلم میں قائم نہ کرے تو آپ اس سے نہ پوچھیں، تو نے ایسا کیوں نہیں کیا، کسی کو بخشوانے کی تمہیں کیا فکر؟ ان حضرات کو ان کے عقیدہ پر قائم رہنے دیا جائے۔

یہی امید میں ان حضرات سے بھی کرتا ہوں، کہ اگر ہم مستحبات یا مباحات پر عمل کریں۔ تو وہ ہمیں حرام کام تکب، بدعتی یا مشرک کہہ کر اپنی عاقبت خراب نہیں کریں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ مستحبات اور مباحات کو باعث نزاع بنا کر لوگوں کو اسلام سے دور کرنے کی مذموم سازش ہے۔ عاقبت نااندیش لوگ، علم میں ادھورے، ضدی، حاسد علماء نے عجیب عجیب جھگڑے پیدا کر کے ملک کی جڑوں کو کھوکھلا کر دیا ہے۔ ماڈرن تعلیم یافتہ نوجوانوں کو دین اسلام سے برگشتہ کر دیا ہے۔

محترم علمائے کرام! آپ کا کام لوگوں کو دین کی طرف بلانا ہے، بھگانا نہیں۔ آپ کا کام حسن اخلاق کا سبق دینا ہے۔ جھگڑا و فساد نہیں۔ آپ کا

کام بھائی چارہ کی فضاء قائم کرنا ہے، قتل و غارت نہیں، خدا را اپنے منصب کو سمجھئے، غیر مسلموں کو دینِ اسلام پر طعنہ زنی کا موقع نہ دیجئے۔

افسوس کہ غیر مسلم تو سمجھ گئے کہ اسلام بہت اچھا دین ہے، لیکن مسلمان بہت برے ہیں۔ تمہیں کیوں نہیں سمجھ آتی کہ تم ان کے اس قول کو عمل سے باطل کر دو اور ثابت کر دو، کہ اسلام بھی اچھا دین ہے، اور اس پر چلنے والے مسلمان بھی بہت اچھے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

﴿ عبد الرزاق چشتی ﴾

﴿ بہتر الوی طاروی ﴾

بروز جمعۃ المبارک ۱۴ نومبر ۱۹۹۷ء

علماء اہل سنت کی گرانقدر تصانیف

حضرت عبدالرزاق حسینی کی تصنیفات

قرآن و حدیث کی روشنی میں عورت کا مقام	عقائد صحیحہ کا قابل قدر تذکرہ شمع ہدایت	تسکین الجنان فی محاسن کنز الایمان	برزخی زندگی کے احوال موت کا منظر
برائے مالک و دیگر علماء اقامت (بکیر) بیٹھ کر نماز مستحب ہے	نماز کے بعد ذکر مستحب ہے	اظہار محبت رسول انگوٹھے چومنا مستحب ہے	سیرت رسول فی البیروت السراجی
میزان الصرف (آسان نام لہ اور ماشیہ)	ہفت روزہ انجمن مدنیہ تلخیص المفتاح	کتب المفردہ کے درجہ اولیٰ تصانیف تذکرۃ الانبیاء	نور الایضاح کا عربی حاشیہ ذریعۃ التباحث نور الایضاح
۱۹۴۰ء اور ۱۹۴۱ء میں امام اعظم اور فقہ حنفی	فقہ حنفی کا انسائیکلو پیڈیا کنز الدقائق (عربی ماشیہ)	۱۹۴۰ء میں المظہر النوری علی القدر القدوری (۱۹۴۱ء)	اذان کے ساتھ درود و سلام مستحب ہے
۱۹۴۱ء میں القول المقبول لکنفی فی فی الرسول	۱۹۴۱ء میں التبیان فی جہاد و صلوات الازان	۱۹۴۱ء میں فوائد درود شریف	حضرت علامہ مولانا محمد یعقوب ہزاروی کی تصنیفات
۱۹۴۱ء میں سبعہ فوائد	۱۹۴۱ء میں حسامی	۱۹۴۱ء میں المیلا والنبویہ	حضرت علامہ مولانا محمد فضل الدین نقشبندی کی تصنیفات
۱۹۴۱ء میں التبرک بأثار الصالحین	۱۹۴۱ء میں قطب الارشاد فی جواز حیلة الاسقاط	۱۹۴۱ء میں ازیعین نقشبندی	
۱۹۴۱ء میں قیام شب ات	۱۹۴۱ء میں دعاء بعد از نماز جنازہ	۱۹۴۱ء میں البشرات فی الصدقات	

مکتبہ ضیائیہ بوہڑ بازار راولپنڈی فون 051-552781